

رسالہ احسن العقاید صفحہ اول و نصف دوم ۱۴۴۱ھ کی ۱۱ لکھنؤ حصہ ۱۱ ص ۵۶۲

مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ
 بِرَسُولِهِ خَيْرٌ مِنْ سِرِّهِمْ وَمِنْ نَوَائِمِ عَقَائِدِهِمْ
 اہل شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کے
 مطابق ہیں ہی مسلمان پکا ہو جسکو یہ سالہ بظلم
 مسمی ہے

احسن العقاید

حصہ اول

از القاسم فقیر مولوی عبد القادر قریشی
 الشریعہ غلام قادر عفی عنہ

ایڈیٹور پرنسپل ایم بی ایم سی لاہور
 صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَا يَكُونُ لِمَنْ هُوَ أَقْرَبُ إِلَيْنَا مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ط
الصَّلَاةُ عَلَى مَنْ هُوَ عَلَيْنَا شَهِيدٌ ط وَعَلَى اللَّهِ
أَصْحَابِهِ كُلٌّ مِنْهُمْ وَحِيدٌ ط اما بعد پس جو اہر ہے
بہا تحفہ الی فاجس سے ایمان روشن ہو اور مقامات راہ خدا کو آسان ہو
ابتدا اور انتہا کی اس میں تشریح و توضیح ہے عقاید کا مجموعہ ہے جس کو توحید
جان اور حرز ایمان کہنا زیبا ہو تو حید الہی و تو حید انبیاء بارگاہ
الہی بیان مشکلات قبر و حشر و منازل جنات و غیر ان شرح

عظمی مبارک ہو آمین یا رب العالمین *

جس

مشافی و کافی ایسا لکھا گیا کہ آج تک نہ دیکھا ہے نہ شہید نہ شیطانی
و سادس کے سبب رحمہ بند کے لئے اس کتاب کو حصہ حصہ یعنی
مضبوط قلمہ ایمان کا کہنا واجب ہے۔ دیکھنے سے سب عقدے کہل
جاتے ہیں۔ اگر بشر عقیدہ اس کی بہتر فرقہ روزی سے بناہ دشمنانے حفظ
اسکا معتقد ہستی ہے۔ اس کتاب میں بڑے بڑے عقاید میں جنگی باز
پرس ہر مجلس مقام دنیا و آخرت میں ہوتی ہے۔ بوجہ کامل تحریرات محققین
اہل عصر و شام سے ثابت کر کے لکھے گئے ہیں۔ چنانچہ فضیلت و تمامیت
حضرت جلیلہ علیہ السلام کی اور عروج جسمانی اور نزول عیسے آسمانی۔ اور
ظہور مجددی حسن حبیبی آخر الزمانی اور کیفیت سوال منکر کفر مبین اور بیان کمال
موقوف قیامت میں جو پھر جائیگے۔ اور بیان درجات بہشت کا اور تقسیم اقسام
کفار کی سات دروازے و درجہ بر اور تفصیل مومنین کی آٹھ دروازے بہشت
کے اور شرح جلال الی بہشت کا اور قلمہ اوکل الی بہشت کی اور درازی شب غنیمہ در
دختر اور درازی روز ثنہ درجہ بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا کہ جسے دیکھنے
اور سننے سے مسلمان جانیں گے کہ اب ایمان ہمارے دل پر بیٹھا اور روشن ہوا
اور جو نہ دیکھیں گے اور حفظ نہ کریں گے تاریکی جہالت میں چھپا اور بہت افسوس کریں گے
یہ کتاب مقصد پر ہر تحقیق فی حقہ میں تین آنہ محصور لٹاک بندہ خریدار ہوگا۔

المشہور

امین انجمن حنفیہ محمد حیات مسیہ یگیم شاہی لاہور

تعویذ جانی و عزایمانی

یہ کتاب حسن العقاید و نادر روزگار عقاید اسلامیہ کی کتاب کی نہیں جس سے جو سارے مخالفوں کو جواب شافی دیوے سے عصمت انبیاء کا مسئلہ اہل خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس ملک میں کسی عالم نے لکھا ہے نہ بیان کیا ہے۔ ہادریوں کے اعتراضات منکر عام و خاص عالم و جاہل خاموش و لا جواب رہے آج تک کوئی رسالہ کتاب نہ لکھی۔ کہ ہادریوں کا جواب دیتے۔ پس مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ یہ اعتراض واقعی صحیح ہے۔ کہ جواب کوئی نہ دے سکا۔ اور مدارس اسلامیہ اور تفاسیر قرآنیہ احادیث نبویہ کے علما جب مخالفوں کے اعتراض کا جواب نہ دے سکے تو انکار کیا کیا کریں گے کہ کتاب یو ایچ اے (یو ایچ اے) میں شیخ ربانی عبد الوہاب شریف مصری قدس سرہ نے سب عقاید اسلامیہ بیان فرما دیے ہیں۔ خصوصاً مسئلہ معصومیت انبیاء کا اس تحقیق کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ کہ ایمان مسلمانوں کا بے گناہ کر دیا ہے۔ جناب مولانا مولوی غلام قادر صاحب بھیڑنے نے عام مسلمانوں کے فائدہ کیلئے کتاب مذکورہ کا خلاصہ ترجمہ کر دیا ہے اور انجمن حنفیہ مسجد شاہی نے واسطے فائدہ عام کے چھپو کر شائع کر دیا ہے تاکہ ایمان سب کا قائم اور روشن ہو دے۔ خصوصاً مسئلہ پاکدامنی انبیاء میں علم الیقین حاصل کریں پس سب مسلمان اس رسالہ کو تعویذ جان۔ سچیں اور حفظ کریں۔ یہ معصومیت انبیاء پر جو اعتراض مخالفین کا جواب تصور کیا گیا ہے۔ اور آج تک علمائے ہند نے جواب شافی نہیں دیا ہے۔ یہ ہے کہ معصومیت اور استغفار انبیاء میں مخالفت ہے۔ اسکا جواب

بے
الہ
اہرے
سان
بک
ابارگاہ
بشرح

جس کتاب پر انجمن کی ہر کتابی نقطہ نہ ہوں وہ ال سرور تصور کیا جاوے گا

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ
ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ

الحمد للہ کہ دریل حسن اوقات ہجرت آیات سالہ
نافع الخلائق جامع العقاید و دفع المفاسد

عقائد الزوائد
در بیان
احسن التعمید

حصہ اول

از انھاس فقیر مولوی غلام قادر صاحب مدنی مدظلہ
قرائش امین انجمن حنفیہ مسجد شاہی لاہور

یہ کتاب حسن العقاید و نادر روزگار عقاید اسلامیہ کی کتاب کی نہیں جس سے جو سارے مخالفوں کو جواب شافی دیوے سے عصمت انبیاء کا مسئلہ اہل خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس ملک میں کسی عالم نے لکھا ہے نہ بیان کیا ہے۔ ہادریوں کے اعتراضات منکر عام و خاص عالم و جاہل خاموش و لا جواب رہے آج تک کوئی رسالہ کتاب نہ لکھی۔ کہ ہادریوں کا جواب دیتے۔ پس مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ یہ اعتراض واقعی صحیح ہے۔ کہ جواب کوئی نہ دے سکا۔ اور مدارس اسلامیہ اور تفاسیر قرآنیہ احادیث نبویہ کے علما جب مخالفوں کے اعتراض کا جواب نہ دے سکے تو انکار کیا کیا کریں گے کہ کتاب یو ایچ اے (یو ایچ اے) میں شیخ ربانی عبد الوہاب شریف مصری قدس سرہ نے سب عقاید اسلامیہ بیان فرما دیے ہیں۔ خصوصاً مسئلہ معصومیت انبیاء کا اس تحقیق کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ کہ ایمان مسلمانوں کا بے گناہ کر دیا ہے۔ جناب مولانا مولوی غلام قادر صاحب بھیڑنے نے عام مسلمانوں کے فائدہ کیلئے کتاب مذکورہ کا خلاصہ ترجمہ کر دیا ہے اور انجمن حنفیہ مسجد شاہی نے واسطے فائدہ عام کے چھپو کر شائع کر دیا ہے تاکہ ایمان سب کا قائم اور روشن ہو دے۔ خصوصاً مسئلہ پاکدامنی انبیاء میں علم الیقین حاصل کریں پس سب مسلمان اس رسالہ کو تعویذ جان۔ سچیں اور حفظ کریں۔ یہ معصومیت انبیاء پر جو اعتراض مخالفین کا جواب تصور کیا گیا ہے۔ اور آج تک علمائے ہند نے جواب شافی نہیں دیا ہے۔ یہ ہے کہ معصومیت اور استغفار انبیاء میں مخالفت ہے۔ اسکا جواب

لا مدان الحکمت سرس لا یزید فی حقیقہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى :-
خلاصہ :-

تیسرے ترجمہ ہے یہ ایت دہرہ کہ جو بحر خزائن عارف کامل عرف یزدانی عبد الوہاب شہرائی قدس سرہ نے بطور عقائد نامہ کے کتب متحققین علم کلام و صوفیہ کلام سے انتخاب کر کے مرتب کیا تھا اس عاجز نے برائے تسہیل و مفید علوم کے سلیس اردو میں ترجمہ کیا۔ خداوند کریم نفع عظیم و اجر کریم عنایت فرماوے۔
مقدمہ :- ان قواعد و ضوابط کے بیان میں کہ جبکہ استحقاق عالم علم کلام کو واجب ہے۔ واضح ہو کہ علمائے اسلام نے کتب عقائد کے اس واسطے نہیں لکھے۔ کہ مطالبہ اعتقاد یہ اپنے واسطے ثابت کریں۔ بلکہ محض برائے متکرمین توحید و صفات بارہی تعالیٰ یا خصوص رسالت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حشر و اجساد کے لکھے ہیں۔ کہ یہ انکار و کفر تھا۔ پس علمائے اسلام نے چاہا کہ متکرمین کو باتمام اذکار انکو ہدایت الایمان و اسلام کی کریں باوجود قوت ظاہری اسلام کے جبکہ ظاہریہ فروگزاشت کر کے حجت و دلیل کو کالہجرۃ و الکرامۃ تصور فرمایا۔ کہ ایمان راجع بالبرہان کا ایمان راجع بالتبیین سے اصح و مسلم ہے۔ کیونکہ راجع بالتبیین محض لغاتی کا ہے۔ اور راجع بالبرہان محض ایمانی

ہوتا ہے۔ اس واسطے علم کلام میں مباحث جو بہرہ و معنی و غیرہ لائے ہیں ایک ہنر میں ایسا ایک عالم ہونا فرض کفایہ ہے۔ شیخ محی الدین قدس سرہ العزیز نے صدر فتوحات میں لکھا ہے کہ جب آدمی قرآن شریف کے ساتھ قطعاً ایمان اور یقین لایا ہے کہ وہ کلام اللہ تو لے لی ہے۔ پس وہ عقیدہ قرآن شریف سے ہٹنا و بول کے اور نیز عدول کے یوں کے دلائل عقل صرف ثابت کرے۔ کیونکہ قرآن شریف دلیل قطعی سمعی عقلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اِسْرَءِیْلَ لَتَعْلَمُوْا اَنَّ اِسْرَءِیْلَ نَبَاۃٌ ہوتا ہے کہ کوئی مخلوق نہ اس کے مشابہ ہے اور نہ وہ کسی کے مشابہ ہو۔ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اس سے سمع اور بصر ثابت ہے۔ اور روایت اللہ کی قیامت میں مومنوں کے واسطے اس قول سے ثابت ہے۔ وَ جُوْاۤہُہُمْ یَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ اِلٰی رَبِّہُمْ نَاصِرَةٌ۔ یعنی بہت چہرے اس دن تازہ ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔ اور مغرور سے تولا تعالیٰ کے در حق کفار۔ کَلَّا اَلَمْ نَعْنٰ رَبِّہُمْ یَوْمَئِذٍ مُّحَمَّدٌ رَّسُوْلٌ ہوتا ہے۔ کہ مومن محبوب ہوں گے۔ بلکہ شرف بریت ہوں گے۔ اور لائق ذکر الابرار و مومنین بنیں گے۔ ثابت ہے کہ اس کو کوئی احاطہ نہیں کرتا۔ اور وہ سب پر محیط ہے۔ جو علیٰ کل شئی قدیر ہے قدرت اور احاطہ کل تشبیہی علمائے علم ثابت ہے۔ اور فعال الابرار ہے۔ اور اور فیصل من یشاؤ و یشاؤ من یشاؤ سے ارادہ خیر و شر کا ثابت ہے۔ اور قَدْ نَسِیْمُ اللّٰہُ قَوْلَ النَّبِیِّ اِنَّ لَکُمْ فِیْ نَوْحِہُمْ اٰیٰتٍ مِّنْ سِیْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ جَاہِلُوْنَ بَہِیْمًا اور اللّٰہُ یَعْلَمُ بَآیَاتِ اللّٰہِ یُحٰییْہُمْ مِّنْ بَہْرِ رُوحِہِ نَبَاۃٌ ہوتی ہے۔ وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَحْکِیْمًا سے کلام ثابت ہے۔ اور اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ سے حیات ثابت ہے۔ اور وَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا لَا یَسْمَعُوْنَ اِلَّا نَحْنُ اَہْلَ الْغُرَابِ سے رسالت و مصلحت یقین کی ثابت ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے رسالت حضرت محلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہے

اور خاتم النبیین سے قسم رسالت ثابت ہے۔ اور خالق مخلوق کی نسبت سے ثابت ہے کہ ایک سو مخلوق اس کی ہے۔ وَ مَا خَلَقْتُ الْإِنْسَ وَالْأَنْثَ إِلَّا لَعِبْلَةٍ وَنَسْ مِنْ وَجْهِ كِتَابِ ثَابِت ہے۔ اور لَمْ يَلْمِشْ هُنَّ الْإِنْسَ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانَّاتٍ سے وَجْهِ جَنَاتٍ کا درجہ ثابت ہے۔ اور اِذَا الْجَبْنَ عَاثِي الْقُبُورِ سے شرح اجابہ ثابت ہے۔ اور وجوب ایمان بقضاء اللہ و میزان و حقوق حساب و تطایر صحابہ و خلق جنت و النار سب صحیح دلائل مذکورہ فی کتب العقاید سے ثابت ہے۔ اور خَاتَمُ الْبَشَرِ سے بڑی مثیلہ سے منجہ حضرت صالح کا ثابت ہے۔ پس نام کلام مجید مجزہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ مَا قَرَأْنَا مِنْ شَيْءٍ فِي الْكِتَابِ مِنْ سَبِّ عَقَائِدِ ثَابِتِ هُنَّ۔ اور حضرت شیخ قدوة المحققین شیخ محی الدین عربی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہر مہینہ میں اپنے رب کے حدود کو فراموش نہ کرے۔ جس کی تکلیف اس داریوں میں اس کو اللہ نے دی ہے۔ اور اگر عمر اپنی اس اشتغال میں مستغرق رہے۔ کہ خصوم و اعدا کی مداخلت میں رہے۔ جنگ و جود اس کی ولایت میں مبتلا رہیں۔ اور مستہبات ممکنہ الوجود ان کے دفع کرتی ہے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ سلف صالحین کتب عقاید محض برائے زور الزام منکرین و خصوم کے تحریر فرمائی ہیں۔ پس عاقل وہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں علم شریعت کا شغل رکھے۔ کہ اس میں علم کلام کا آجاتا ہے۔ باقی مباحث جو ہر عرض و ہجویہ و صورت کے نہ منکر و نیکر ہو چھپیں گے۔ اور نہ خدا سے تعالیٰ قیامت میں ان کا حساب لیگا۔ اگر کوئی مخالف اسلام پیدا ہو کہ خدا و عبادہ کرے تو اس کے دفتہ کے واسطے اس کے دہسب کی کتابیں ملاحظہ کر کے بدلائل عقلیہ جواب دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ دلائل شریعہ کو تسلیم نہیں کرتا اور اسو اسکی

کہ شریعت کے مسائل کو دیکھتا ہے۔ پس سوائے دلیل عقلی کے دوسری دلیل قاطع اس کے واسطے نہیں ہے۔ اور عقیدہ ثابتہ از قرآن شریعت قطعی الثبوت و محفوظ از خذل ہے۔ اور عقاید ثابتہ بدلائل عقلیہ صرف بدلائل کلام الہی و کشف الہیہ کے فنی ہیں۔ دیکھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہود نے سوال کیا۔ اَلَدِّبُ كِتَابُ بَابٍ یَعْنِی اِسْمِ رَبِّ كِی تَسْبِ بَرَانِ فَرَاوُ۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ اخلاص قل هو اللہ احد پڑھائی کوئی دلیل عقلی بیش نہ فرمائی اللہ احد سے نفی نہ کی کہ اس کے اثبات وجہ احد کا اور وحدانیت اس کی فرمائی۔ اور اللہ الصمد سے نفی سب کثرت جسمیہ کی فرمائی۔ اور کہ لَمْ یَلْمِشْ سے نفی ولد و والد کی فرمائی۔ و لَمْ یَلْمِشْ کہ لَمْ یَلْمِشْ سے نفی صاحب شریک کی فرمائی۔ اب مسلمان آدمی قرآن شریف شکر دلیل عقلی ان مطالبہ مذکورہ طلب کرے۔ تو وہ بڑا جاہل ہے۔ کیونکہ دلیل قطعی پر قانع نہیں رہتا اور عقاید کے درپے ہوتا ہے۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو معرفت اللہ کی دلائل عقلیہ سے چاہتے ہیں۔ اور بارگاہ عقلی کو کافر جانتے ہیں کیا وہ خود قبل از استدلال عقلی کے مسلمان تھا یا کفر اور عقیدہ در وقت استدلال لازم پڑھتا اور ردہ رکھتا تھا۔ اور مسلمان تھا یا نہیں اور سب حضرات کا قائل تھا یا نہیں۔ یہی حال عوام الناس کا ہے۔ اسی حال پرانگو حیدر آباد سے۔ اور کسی کو کافر نہ بنایا جاوے۔ اگر اس کو یہ خیال ہے۔ کہ بدولت استدلال کے اعتقاد نہیں ہو سکتا۔ تو خیال اس کا معاذ اللہ کفر ہے۔ کہ جس نے ان کو کفر میں رکھا۔ اور شیخ قدوة المحققین اکثر فرماتے تھے۔ کہ اہل اللہ کی شان سے بعید ہے کہ کسی بدولت مخالفت مخصوص قطعہ یا مخالفت اجماع کے کفر کریں۔ امد اگر کلام کرتے ہیں ان کے اصول ہیں

کرتے ہیں۔ عوام کا عقیدہ سلیم تر ہے۔ ان مشہدات سے جو حکمتیں کے
 خیال میں بہتر ہیں۔ عوام تو ایدین پرست تھیں۔ گو انکو اطلاع قواعد
 کی نہیں۔ بلکہ یہ عقائد والدین سے ان کو تلقین ہوتے ہیں۔ یا الہام رب سے
 اور شیخ کمال الدین بن بہام کا قول ہے کہ تصویر تقلید سبیل الایمان کی شکل
 ہے۔ مقلد رایان نادر الوجود ہے۔ کیونکہ بازار یوں کو دیکھتے ہیں کہ اعتقاد انکا
 نمونہ از دلائل ہے۔ کہ حوادث سے جو دھن و صفات بحق پرستند لال کرتے
 ہیں۔ اور مقصود ان استدلالات حصول حرم قطع کہے۔ سو وہ عوام کو از
 استماع اقوال کا بر جو بی حاصل ہوتا ہے۔ پس ترک استدلالات مضر نہیں غرض
 تحصیل مطلب ہے۔ مگر تقلید ایانی سرمن ایمان وقوع شہد کا ہے۔ اور استدلال
 اس سے محفوظ ہے۔ اور احمد بن حنبلہ کسی کو اجل اصحاب امام اشعری
 کا ہے کہ ہے کہ جب امام اشعری میرے گھر میں قریب الانتقال ہوئے۔ تو مجھے کہا
 کہ سب اصحاب کو بلاؤ۔ جب سب حاضر جمع ہوئے۔ تو فرمایا کہ میں کسی اہل قبلہ کو
 عوام سے کافر نہیں کہتا۔ کیونکہ میں کہتا ہوں کہ سب مہود واحد کی طرف اشارہ کرتے
 کرتے ہیں۔ اور اسلام سب کو شامل ہے اور امام قشیری نے کہا ہے کہ یہ بات
 کہ امام ابو الحسن شری مقلد الایمان کو غیر صحیح الایمان کہتے تھے غلط ہے اور دروغ
 کیونکہ ایسا بڑا جلیل القدر امام تھا۔ عبادت مسلمانوں کو کس طرح حرج کر سکتا ہے۔ کہ
 انکے عقائد کو ایمان سے خارج کرے۔ اور تابع الدین مسلمان کہا کہ رافع تشیع از
 امام اشعری اس مسئلہ پر ہے۔ کہ مامی جب قول غیر منع الشک و اترو و اعتد کریں
 تو اس مسئلہ کو ایمان نہیں کہتے۔ جب کہ مسلمان و جرم نہ لادے۔ اس واسطے کہ ایمان
 مع اوئے اترو و غیر صحیح ہے۔ اور اگر مقلد قول عز کو جو نا و قیئالیہ سے تو ایمان
 جلال علی نے کہا کہ میں بات مقررہ معتبر ہے۔ اور محقق کشنزدانی نے کہا ہے کہ منظور
 استدلالات بر سبیل متکلمین بہتر ہے اور نہ دفعہ شک و کشتہات فرض کیا ہے

کیا بریں ہیں ایسا کہ مسیحی کا عقیدہ ہے۔ اور جس شخص کو عقیدہ نبوی و عیسیٰ کا ہو۔
 تو اس کو خوض در لایلی منور ہے۔ جلال علی نے کہا کہ امام شافعی و عیسیٰ و انبیاء
 انرا شہدات الایمان کلام میں انکا مطلب بدیہی ہے۔ اور یہی عمل اس میں تھا کہ ہے۔
 مستخرج من انہیں نفس متحرکہ توری، رحمتی کہا ہے کہ عمل نہیں کا کلام بطور فقر ہے۔ فقط
 کیونکہ نظروہ حرم علی خطایہ۔ و لا اہل کشف حقائق تہذبات نفس الامر کے ہیں۔ وہ محل
 خطا کا نہیں۔ وہ اس سے مشتقی ہیں۔ عبدالوہاب ترائفی کہتے ہیں۔ کہ تشہید عقائد
 بہ کلام اہل کشف چاہئے۔ نہ کلام اہل نظر و فکر۔ شیخ نے کہا ہے کہ میں حضرت قرآن
 اپنی تائیدات بیان کرتا ہوں۔ کہ مفتاح علم قرآن کی جھگو عطا ہوئی ہے۔ اور میں
 اس تالیف سے جمال الحق سے خارج نہیں ہوتا۔ اور اپنی تالیف میں کوئی امر
 غیر مشروع بیان نہیں کرتا۔ سب کتاب سنت سے مؤید ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ
 محمد اللہ میرے پاس عیسیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں۔ پس ہمارے علوم
 خطائے محفوظ ہیں۔ ہمارے علم فیض الہی سے ہیں طریق فکر سے نہیں اور سب کچھ
 اہل الہی ہے۔ بربر باں کتاب کا ہے ایسا جو کہ میں دو کلاموں میں ایک اصحی کلام کہتا
 جیسا حافظوا علی الصلوٰات و الصلوات الوسطی (محافظة کرو نماز کی اور
 میا نماز کی) کا ذکر ماہجین آیات طلاق و نکاح و عدت کے آیات ہے۔ ان
 کلمات سے معلوم ہوا کہ کلام کا لین کا خطا سے محفوظ ہے۔ اور شیخ نے کہا کہ اہل نظر
 جو قاصرین ہیں انکو نظر کرنی در کلام مخالفین ناجائز ہے۔ اور اہل تحقیق و کشف کو
 جائز ہے۔ اور اسرار کو محض رکھنا واجب اگر افشاء اسرار سے عوام انکا میں
 پڑتے ہیں۔ اور اعدائے عدو اہل اسرار کے اہل نظر و فکر لوگ ہوتے ہیں۔ اور
 وجہ انکار یہی ہے کہ علوم اہل اسرار طرق غریب سے آئے ہیں۔ اور علوم اہل فکر
 حرق و نافذ سے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی علوم اسرار معلوم کرنا چاہے۔ وہ احقر
 از قیما کرے۔ اور دنیا کے ثبات سے خوش ہووے اور آئینہ متقبض الخاطر

اہل الیوم کو فہم عن امض شریعت و حل مشکلات توحید کا منصب نہیں ہوتا۔
 اور فرمایا کہ میزان شرع کی جو علم دہی ہے اُس سے تہذیب بلکہ جو حکم دار ہو ہے۔ اوسکی
 تحصیل کی طرف مبادرت کرنی لازم ہے۔ پس اگر تہذیب مفہم الناس ظاہر شریعت
 کے خلاف سمجھے تو اپنے فہم کو ترک کر کے مفہم الناس ظاہر پر عمل درآمد کرنا
 واجب ہے۔ کہ یہ تیزی سمجھ کر الہی ہے۔ راسخ بر اعتماد نہیں۔ بھکاری اس
 صورت پر علم الہی میں ٹھکرا کر فرماوے۔ حق حقیقت لاف تشہیر (جس طرف سے تو نہیں
 جانتا) اور اپنے کشف کو نفس پر تقدیم دینے میں سلسلہ انتظام اہل اللہ سے
 عروج ہے۔ اور بالآخر تین احوال کے ساتھ ملحق ہے۔ اور فرمایا کہ میزان شرع
 کی علامت شریعت کے ہوتے ہیں۔ جو دلی میزان شرع سے بحالت عقل
 تکلیف خارج ہو تو وہ منکر ہے۔ اگر مغلوب العقل ہو تو وہ معذور رکھا جاوے
 گا۔ کیونکہ اقتدار اوسکا اوسی حالت میں جائز ہے۔ اگر دلی ایسا کام کرے جس پر
 حد جاری ہو سکتی ہے۔ تو وہ مدد پر جاری کیا دے۔ اور یہ عذر اوسکا کہ
 میں مثال اہل بدر کے ہوں۔ غیر سمجھ ہوگا۔ کیونکہ اہل بدر سے باوجود وعدہ مغفرت
 کے حدود نیاجی ساقط نہیں ہوئی۔ تعین حرف عذاب آخرت کی مغفرت ہے۔
 اگر کسی بندہ کو کہا گیا ہو۔ کہ توجو چاہے۔ سو کریم بندہ شرفا عاصی ہوگا۔ کیوں کہ
 مغفرت ذلالت کی ہوتی ہے۔ اسقاط حد و مذنب تو نہیں فرمایا۔ پس حالہ امر ہے
 حد و ذلالت باوجود ہے۔ علامت صاحب کی یہ ہے کہ حد و متولی کو تصرف نفس
 اپنے سے محفوظ رکھے۔ ایسا نہ کرے کہ حد و جاری کرنے والی کا ہتھ خشک کر اویسے
 کر دے کہ طاقت اجراء حد کی نہ رہے۔ اور فرمایا کہ شریعت عین حقیقت ہے۔
 کیونکہ شریعت کے دو دائرے ہیں۔ ایک علیا دوسرا سفلی۔ ایڑہ علیا برا
 اہل کشف ہے۔ اور دائرہ سفلی پر بسنے اہل فکر۔ جب اہل فکر نے اہل کشف
 کو اپنے دائرہ سے خارج پایا۔ تو حکم دیا کہ اہل کشف قیام از شریعت ہیں

اور اہل کشف اہل فکر کے منکر نہیں ہوتے۔ اور جامع والا نہیں۔ چاہے میزان
 ہے۔ کیونکہ یہ جامع الحرفین عزم الوجود ہے۔ لہذا اہل نظر پر نہ جائیں اسکی
 تفریق کر دی اور اصل فسق نہیں۔ ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا
 انکار کرتے رہے۔ آخر حضرت خضر علیہ السلام پر انکار نہ کیا۔ اور فرمایا کہ
 قطع الطريق سفر معقولات میں مستحبات وارہہ بالعقل ہوتے ہیں
 اور قطع الطريق سفر شریعت میں تاویلات ہیں۔ جب تک مسافر
 راستہ میں ہے۔ تو قطع الطريق کا خوف ہے۔ جب اصل ہوا تو اذیت
 سے محفوظ رہے۔ اور فرمایا کہ موازن اویسے کا فہم کی ہرگز مخالفت شریعت
 کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ اگر جماعت اہل حق اس کو مخالف بتا دیں۔ لیکن دراصل
 موافق ہیں۔ دوسرے لوگ اپنے موازن کے حکم سے اہل کو
 مخالف سمجھتے ہیں۔ اور موازن شریعت کے عین ہیں۔ میزان الا
 جامع۔ میزان الکشف۔ نیز الاجتہاد المطلق اور ما سوائے اُن کے آراء
 ہیں۔ اہل اللہ اور پیر اعتماد نہیں کرتے۔ اور فرمایا کہ شرط تفسیر قرآن
 شریف کی یہ ہے۔ کہ محمل الاغظ سے خارج ہو۔ و لا تغتیر بالری میں مجید
 وارہہ۔ من فسر القرآن بکلام فتن کفر (جس سے قرآن
 شریف کو اپنی رائے کے ساتھ تفسیر کیا وہ کافر ہوا) اور مسائل غلامغیر
 کو پلا وزن میزان شریعت رد کرنے سے احتمال انکار حق کا ہوتا
 ہے۔ جس مسئلہ غلامغیر کو شرع رد کرے اوسکا انکار چاہیے۔ اور جس کے
 ساتھ اتفاق ہو وہ تسلیم کے لائق ہے۔ اختلاف غلامغیر کا باعث
 تاویل کے ہے۔ کہ جب حضرت ادریس علیہ السلام کا عروج سماوی ہوا
 تو بچپن اوسکی فہم شریعت میں مختلف ہوئے۔ اور اب تاویل مفتوح
 کیا۔ اصل حقیقت شریعت کی نہ سمجھے۔ جیسے علماء چاری غایت کے

۱۰
 تاویل کے سبب مختلف ہوئے۔ ایک محل ایک چیز کا ہے۔ دوسرا
 محرم۔ مدار افتاد کی جرم و یقین پر ہے۔ مقلد خارج ہے۔ تو وہ مستدل
 و اذیہ الایمان بن الدلیل سے افضل ہے۔ کیونکہ دلیل میں درود و مشہدات
 کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ حال استدلالیوں سے واضح ہوتا ہے کہ اول الذکر
 ایک مسئلہ کا یقین ہوتا ہے جب خصم سے مناظرہ کرتے ہیں۔ اور دلیل
 خصم کی قوی دیکھتے ہیں۔ تو اپنے مطلب سے حق کو مروج ہاتھ میں۔ اور
 ترک کرتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ ہماری دلیل غلط تھی۔ وجہ غلطی کی یہ
 ہے کہ میزان شریعت کی ماخذ سے دیر ہی تھی۔ اس علم استدلالی اور کشفی
 میں فرق آتا ہے۔ کہ استدلالی نظری ہوتا ہے اور کشفی بدیہی و
 ضروری اور صاحب کشف کا علی بصیرت میں کتبہ ہوتا ہے۔ وہی سبب ہے
 کہ اشعری و معتزلی کے دلائل باہم مشتبہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی
 دلیل میں شبہ پیدا کرتے ہیں۔ اور ہر ایک مذہب مجتہدین و متکلمین
 میں کچھ نہ کچھ انکار ہے۔ پھر سب اشاعرہ جو کہ باہم اختلاف پیدا
 کرتے ہیں۔ ابوالمعالی مخالف قاضی کے ہے۔ اور قاضی مخالف اوستاد
 کا۔ اور اوستاد مخالف ابو الحسن اشعری کا۔ باہیں ہمہ سب مدعی شریعت
 کے ہیں۔ جیسے ایک مذہب والے مذہب مجتہدین سے باہم اختلاف
 کر کے مدعی احتجاج مذہب کے ہوتے ہیں۔ اور اہل نظر متحام وجوب
 علم معذور نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تقلید محصوم کی اتوی ہے از علوم نظر
 جیسے شہادت اس امت کی اہم ماضیہ یہ کہ انبیاء و کرام نے تبلیغ دعوت
 حق کی کر دی تھی۔ دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ علم یقینی استدلالی
 سے افضل ہے۔ کیونکہ علم یقینی اس امت کو خبر اللہ سے ہے اور یہ یقین استدلالی
 نہیں۔ تقلید ہی ہے۔ کہ کتاب الہد پر یقین کرنے سے یہ درتبہ ہوا۔

۱۱
 اور شیخ قدس سیرۃ نے فرمایا کہ جب تک معرفت قطعی نہ ہو۔ تب تک
 عبادت غیر صحیح ہے۔ اور جو کوئی اپنے ظن پر معبود قرار دیکر عبادت
 کرے تو یہ ظن موجب حزن ہوگا۔ لایقظی ظن شکیا اور مشروط
 وجوب بالیقین کی یہ ہے کہ اوس شے کا وجود بنفس قطعی ثابت ہو۔
 متواتر یا کشف محقق ہو۔ یا جزواحد صحیح ہو۔ اوس کے عندیہ میں جو جز
 واحد صحیح کو کافی جانتا ہے۔ لیکن جز واحد صحیح فقط احکام ثنائیں مفید ہوگا
 اور احکام قیامت میں غیر مفید ہوگی۔ بلکہ احکام آخرت میں اوس کو
 کہنا ہوگا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو میرا عقیدہ ہے۔ عرض یہ ہے کہ عقیدہ
 متواتر کے ساتھ لازم ہے۔ اور دلیل عقلی جب متفق بنفس متواتر ہو جائے۔
 تو عقیدہ بنفس واجب ہوگا۔ نہ بدلیل۔ ماعقل اور موسس کو اپنے علم
 و یقین پر مداومت کرنی لازم ہے۔ اگرچہ صورت معلومہ متغیر ہو جائے
 اور شیخ ابو الحسن بذلی ہم فرماتے تھے کہ علوہم النظر اولہا اذ اخرت
 بالالہام (علم دلیل کے سست ہیں جب قرین الہام کے کئے جائیں) اور
 شیخ قدس سیرۃ نے فرمایا ہے کہ جرم و قطع بدول کشف کے مت کہ کیونکہ
 اہل استدلال علامات و شواہد سے خیال کرتے ہیں۔ کہ ظفر کلاب ہو گئے۔
 آپس اپنے مخالف کو کافر کہتے ہیں۔ یہ تصور فہم کا بہ سبب ضیق نظر کے
 ہے۔ اگر نظر وسیع ہوتی تو مقرر ہوتے کہ اہل توحید کلام علی الحق ہیں۔
 (تکبیر) اس بیان سے یہ مطلب نہیں ہوگا کہ مذہب حق میں بلکہ
 حرف ایمان بالہد میں کلام ہے۔ کہ موعودین بالانظار و بالکشف و بالتقلید
 اپنے اپنے درجہ میں حق ہیں۔ نہ یہ بات کہ رفض و مروج و اعتزال سب
 حق ہیں۔ کیونکہ اختلاف فی العقائد منلال و اختلاف فی القواعد
 معقودہ بلکہ مضمونہ و الحکم فی الاصول و العقائد کا فرق ہوتا ہے۔

واللہ اعلم فی السعۃ تادی القرآن عن مخالفۃ (ثواب پانے والا) حرم حرمہ بن عقاب کا
 اختلاف گمراہی ہے اور اختلاف احکام میں معاف ہے۔ بلکہ رحمت ہے۔ عقاب کا خطا وار
 گناہ گار ہے۔ اور احکام کے اجتہاد میں خطا وار ثواب پانے والا ہے۔ ❦

فہرست رسالہ عقد الفرائد در بیان احسن العقایہ حصہ اول

[illegible]

۲۶-۱۳- عبیدہ (کنیو) ابن جراح بن عبد اللہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن معدی کدہ بن عدنان بن آدم بن نوح علیہ السلام۔

— 24 —

بسم الله الرحمن الرحيم

حقیر و اقل

عقیدہ اول سورہ یس اور حدیث و روایت باز تھا کہ لاشرک الاہم جو
مکملین فرماتے ہیں کہ واحد وہ ہے لا یشترک ولا یشبہ ہو یعنی نہ شریک نہ
دوسرے کے ساتھ شایعیت رکھتا ہو جس کا اس کا ابتدا ہے نہ ابتدا ہے نہ چیز سوا
اس کے موجود ہے اس کا ابتدا اور انتہا ہے کہ کوئی اس کے مشابہ نہیں مخلوق
میں مرتبہ میں پہلے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فائق ہے و لطف او ان خواہش مضانی
ہے اور عکشف او ان جو ہے تو حیدر اور واحد نیست باری تعالیٰ کی ذاتی ہے۔ یہ
مواحدین سے عالی اور عینی۔ تو حیدر شفی غفر ستدل بر لیل فکری کے اعلیٰ ہے اور
ترجید ستدل کے ترجید مقلد سے اعلیٰ ہے۔ کاہن شرک نہیں۔ کیونکہ جو شرک
ہے اس نے احدیت اللہ تعالیٰ سے عدول کیا ہے اور کافر کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے
مگر تعین میں خطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہے فرمایا اللہ کفر الذین قالوا ان اللہ هو
الشیخ ابی حنیفہ اور وہ میناف میں الکثرت کی توحید کے جواب میں یہ لکھا تھا کہ
ہے جب کا اقرار و یقین ثابت ہے مگر جب اس شہد سے جو کتب پر ہے تو وہ نام نہ
نہو شرک کا حکم کیا۔ ایسا کہ اسم اور ذات میں ان کے اولیا اور اولیاء علیہ السلام
سے خارج ہیں اور اس مرتبہ تنزل عقل سے ترقی پا گئی۔ جن کا ارتقا مع جوہر

THE UNIVERSITY OF CHICAGO

مفسر حضرت پڑا۔ عقیدہ دوم اس در حدوث عالم یہ مسئلہ مختلف خیال میں
اہل سنت و فلاسفہ ہے۔ اجمالاً اُمت حدوث عالم پر ہے۔ دلیل علمائے متکلمین
کی یہ ہے عالم متغیر و کم متغیر و حادث اعیان و اعراض تغیرات سے خالی
نہیں کہ حرکت و سکون و نور و ظلمت و عناصر و افلاک۔ وجودات و معادین کا
عالم دیکھنے سے اور دلیل سے واضح ہے۔ کہ متغیر میں (عقیدہ ثلث) علم اور
و بموجب معرفت بالذات کہ ہر چیز پر بقدر وسعت ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے یحییٰ یعنی جنات
الجن والانس الایہ بعد ان۔ ابن عباس نے فرمایا اے یحییٰ یعنی جنات
اور انسان کو معرفت کے واسطے پیدا کیا۔ ہر ایک عارف ایک جہ سے عارف ہے
کوئی کثرت و شائبہ کے ساتھ ہے۔ کوئی دلیل کے ساتھ۔ معرفت اللہ کی حقیقت
کا نام ہے۔ علم اسماء اور صفات ذاتیہ اور معنویہ کا یہی مطلوب ہے۔ معرفت
صانع سے اور ذات باری تعالیٰ احاطہ سے بڑھ کر ہے۔ جس پر کوئی محیط نہیں
ہو سکتا۔ (عقیدہ چوتھا) در وجوب اعتقاد اینکه کہ حقیقت الہامیہ حقائق کو یہ
سے مخالف ہے۔ دنیا میں معلوم نہیں ہو سکتی۔ اکثر متکلمین کہتے ہیں کہ دنیا
میں معلوم ہے۔ کیونکہ کل الناس کشف بعلم واحدانیت باری تعالیٰ میں اور علم
واحدانیت بدون علم حقیقت کے ناممکن ہے۔ دوسرے متکلمین جواب دیتے
ہیں کہ واسطے معرفت باری کے علم بوجہ کافی ہے۔ کہ وہ علم بصفا تھا ہے۔ اور
علم آخرت میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ جب روٹ ہو گی۔ تو علم
حقیقت کا ہو جاویگا۔ دوسرے کہتے ہیں۔ کہ رویت مفید علم بحقیقت نہیں
ہوتی۔ شیخ محمد الدین نے فرمایا کہ کسی کو جائز نہیں کہ معرفت الہامیت حق کا
طالب ہو مگر اقبہ ذات باری کا منہ ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ جو کچھ وہم
میں تصور ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے برخلاف ہے۔ اور ذات اللہ تعالیٰ کی مشابہ
کسی ذات کے ساتھ نہیں۔ اور نہ صفات سے معطل ہے مگر یہ خدا تعالیٰ

کی صفات اخلاق سے ہے۔ فرق مابین تشریح اور تقدیس کے یہ ہے کہ تشریح
ان صفات سے ہوتی ہے کہ شعر نقصان کے ہوں اور تقدیس وہ ہوتی ہے۔
کہ نقصان ذات ساتھ صفات کمال اور جمال کے ہو۔ جو شعر نقصان کے
ہوں۔ عقیدہ پانچواں دروجب اعتقاد اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ نے
کل عالم کو پیدا کیا۔ نہ اس کو کوئی حاجت تھی۔ نہ کوئی موجب تھا کہ ایجاد عالم کا جوہر
ہو، بلکہ کہ غنی مطلق ہے۔ اور فاعل مختار قائم بالذات ہے۔ شیخ محمد الدین ابن
سوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ جائز نہیں۔ کہ کہا جاوے کہ اللہ نے مخلوق کو سما و صفات
میں مفتقر بسوئے عالم کو کیا۔ بلکہ وہ مطلق غنی ہے۔ عقیدہ چھٹا دروجب اعتقاد
اس کے کہ عالم کے ایجاد سے ذات باری میں کوئی حادثہ نہیں ہوا اور حلول اور
اتحاد نہیں، شیخ محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عقیدہ میں لکھا ہے کہ حق
تعالیٰ نہ کسی میں حلول کرتا ہے۔ نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔ اور لکھا ہے
کہ عارف کو یہ جائز نہیں۔ کہ انا اللہ کہے۔ بلکہ وہ انا العبد الذلیل کہے جب تک
لوگ کہیں۔ مانعید ہم الا لیقر یون الی اللہ ذلعی۔ اولیاء اللہ و عمری اتحاد کا
کس طرح کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حقیقت باری تعالیٰ کی سب
حقائق سے فائق ہے۔ اور یہ کہنا بھی جائز نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں
ہے۔ جیسے مستقر اور مقدر کہتے ہیں۔ دلیل ان کی وہو اللہ فی السموات والارض
ہے (جواب) اس کا یہ ہے کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ او امر ولا شیء اور
قوع حوادث موافق اس کے ارادے کے ہیں (عقیدہ ساتواں دروجب
اعتقاد اس کے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مکان و زمان حاوی نہیں) بلکہ اس نے ہر
مکان کو پیدا کیا اور جن آیات سے غوثیت یا استواء یا ظرفیت یا محیطیت معلوم
ہوتی ہے وہ محمول بر صفات ہے (عقیدہ آٹھواں دروجب
اعتقاد کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ بجا لیکہ وہ فی السماء اور بجا لیکہ مستوی

نہ

علی العرش اور سجا لیکر فی السموات والارض اور سجا لیکر اقرب الینا من جل
 اللہ ویدیکہ ایم مرتب علم اور مختصص کے ہیں۔ اور ذات باری تعالیٰ تعالیٰ ہے
 جس سے کہ اس کو مستولی علی العرش کہیں۔ یا فی السموات کہیں حیت متعالی
 اور ظرفیت فی السموات کی راجع بسوئے صفات ہے نہ بسوئے ذات باری تعالیٰ
 (عقیدہ مالوال) درجوب اعتقاد ایک اللہ تعالیٰ کی مثل مقول نہیں نہ
 عقل اس پر لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ فرمایا ہے لیس کثرتہ شیء اس سبب سے
 عارف کو ایک تجلی دوبارہ نہیں ہوتی۔ اور نہ دو عارف پر ایک شے ہر تجلی
 فرماتا ہے سادہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو کوئی اصطلاح عارفوں کی
 ضابطہ ہو۔ لیس کثرتہ شیء میں کثرت صفت کہے۔ یا زائدہ۔ شیخ محمد الیغری بی
 نے فرمایا کہ یہ کلام فضول ہے۔ کیونکہ علم حق قیاس اور نظر سے نہیں معلوم
 ہو سکتا۔ یہ علم راجع بسوئے فطنہ شکم ہے۔ حق تعالیٰ کی مراد نفس حق میں
 ہے۔ کائنات اصلی یا زائدہ کہنا عقل کا کام نہیں۔ (عقیدہ دسوال)
 درجوب اعتقاد ایک اللہ تعالیٰ والا اول والا اخر والا باطن والا ظاہر والا باطن اس کا
 ابتداء۔ نہ انتہا۔ اور وارین میں ظہور بالقہر والسطوان اسی کا ہے۔ اور جیسے
 معرفت باری تعالیٰ کی اپنی ذات کے ساتھ ہے۔ دوسرے کو نہیں۔ لیس
 باطن ہے۔ شیخ نے فرمایا اول ہے من عین احوال و ظاہر ہے من عین
 و آخر ہے من عین ما احوال و باطن و ظاہر ہے۔ و باطن ہے من عین
 ما احوال و ظاہر و اول و آخر عرض ہر صفت میں دوسری صفات ہیں۔ کیونکہ
 صفات باری تعالیٰ کے مبائن ہیں۔ بعض صفات احوال صفات خلق میں تعدد
 ہے ایک صفت خلق کی دوسری میں نہیں ملتی۔ جیسے شمع سے بصارت
 نہیں بصارت سے سمع نہیں۔ عین ذہن قیاس اس ظاہر و باطن اپنے اپنے
 درجہ میں نہیں (عقیدہ کیا رحوال) درجوب اعتقاد ایک اللہ

لہذا اشیاء کو قبل از وجود و عالم شہادت جانتا تھا۔ پھر موافق علم کے ایجاد فرمایا
 عالم کے ایجاد سے علم اس کا متحد نہیں ہوا۔ ایجاد عالم سے عالم کو فائدہ ہوا۔ کہ وہ
 بنفسہ وغیرہ عالم عارف بنا۔ قبل ازین ایجاد و ظہور یہ علم اس کو نہیں تھا۔ اور اللہ تعالیٰ
 کا علم قبل از ایجاد و بعد از ایجاد یکساں ہے (عقیدہ بارہ سوال) درجوب
 اعتقاد ایک اللہ تعالیٰ نے عالم کو غیر مثال سابق پر ابداع و اختراع فرمایا (برخلاف
 ایجاد عباد کہ وہ سابق پر ایجاد کرتے ہیں۔ کوئی عہدہ قادر نہیں۔ کہ بارود اللہ
 اختراع کسی چیز پر قادر ہو کر یہ کہ اپنے نفس میں صورت اس چیز کی سوچے گا پھر
 اس کو ظاہر کرے گا۔ بر شکل صورت تصور ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے
 کیونکہ وہ عالم ہے بالخلق اذ لا جسیا لکذا (سوال) فقہار اللہ احسن
 الخالقین کے کیا معنی ہیں۔ اس سے موہوم ہے۔ کہ خالق بہت ہیں سادہ و عظیم
 احسن ہے۔ (جواب) دونوں خلق میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ جب ایجاد خلق
 کا ارادہ کرتا ہے تو شہود علمی سے اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ خلق کو خلق وجود کا پہنچا دیتا
 ہے جب بندہ ارادہ ایجاد کا باذن اللہ کرتا ہے۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام تو پہلے
 تصور و تدبر کسی چیز موجود کا کرتا ہے۔ اور اس کی مثل ایجاد ابداع کرتا ہے۔ پس
 کسی بندہ نے ایجاد نہیں کیا۔ مگر بساط ایجاد باری تعالیٰ اور ایجاد باری تعالیٰ
 کا بلا واسطہ ہے۔ (عقیدہ تیرہ سوال) کہ اللہ تعالیٰ ہر صفت بمعین ہمارے وصف
 ہے بہ تنزیہ علیت کا مقتضا کیا ہے۔ اسما روہ میں کہ دلالت کریں بر ذات حق
 باعتبار صفت جیسا عالم خالق و رازق صفات ذات و کبر افعال باری پر دلالت کریں
 جیسا خلق و رازق ایجاد و امانت یا تنزیہ باری عن نقص پر دلالت کریں۔ جیسا کہ
 سمع و بصر و کلام و صفات الافعال جیسے خلق اور رزق اور ایجاد و امانت عند الخلق
 ازلی ہیں۔ اور عند اشاعرہ قیام نہیں۔ یہ بات کہ اسم عین اسمی کہ ہے۔ یا غیر از اول
 قول امام اشعری کا ہے اور یہ تنزیہ صرف اسم اللہ میں ہے۔ اسم کے تین معنی ہوتے

یہ کلام
 بہت ہی
 عجیب و غریب
 ہے

نہیں۔ ایک لفظ مفرد موضوع برائے مجھے دو ذات الہی تیسرے صفت
 جیسا خالق عظیم و خیر و ان تین اقسام کے سوا۔ دوم قسم اسم کے عین شئی
 نہیں ہو سکتے۔ اور اسم ثالث یعنی صفت غزل لا شعری جامع کسبہ ذات ہو جیسا لام اللہ تعالیٰ
 کا لغو و نفس علی کا ہے۔ اگر جامع ہو کہ صفات افعال ہو جیسا معلق رازق تو وہ غیر اسمی کا ہے
 اور اگر کسبہ ذات صفات ہو جیسا علم و قدرت تو وہ نہیں شئی کا ہے اور غیر و کسبہ معنی یہ جس کو
 ایک کا دوسرے سے (انفکاک) یعنی جدائی ہو۔ اور غیر کے لئے وہ کہ جن کا (انفکاک)
 یعنی جدائی ہو۔ (عقیدہ چودھواں) صفات اللہ عین ہیں یا غیر صفات
 حق کے صفات بلکہ زائد بر ذات۔ قائم بالذات ہیں۔ لازم للذات غیر قابل
 انفکاک جیسا اللہ تعالیٰ حی بجات و عالم بعلم و قادر بقدرت اور صفات بقا میں
 اختلاف ہے۔ امام اشعری اور تابع اُن کے کہتے ہیں کہ زائد بر ذات ہے۔
 اور معتزلہ اور متکلمین غیر زائد کہتے ہیں (عقیدہ پندرھواں) اسماء
 توقیفیہ میں اس میں اختلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اطلاق اُن اسماء کا جائز ہے
 جو شرع میں وارد ہیں سوائے اُن کے جائز نہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ جائز
 اختلاف اُن اسماء میں ہے جو صفات اور افعال سے بنائے ہیں۔ اور جو اسماء
 و اعلام موضوع لغات میں ہیں۔ اُن میں اختلاف نہیں۔ مثلاً لفظ عارف کا
 اور عقیدہ کا اور عاقل کا حق پر لونا ناجائز ہے۔ کیونکہ اُن سے ایسا امر مفوم ہوتا
 ہے۔ جو لائق جناب کبریا کے نہیں۔ کیونکہ معرفت مشرب بوقت جہالت ہے
 اور عقل عقول سے ہے۔ جس کے معنی بندش کے ہیں یعنی عقل وہ علم ہے
 کہ اقدام نالائق چیز پر سے روکے اور اب ہم کو یہ جائز نہیں۔ کہ سینہ ہرے یا
 سرکہ لہو یا وہو خاد ہم سے یا نہی اللہ فلسفی ہم اشتقاق کر کے اسم مرتبہ
 یا مار یا خادع یا ناسی کا اطلاق کریں۔ فقط تلاوت قرآن شریف میں
 بر سبیل حکایت ہم پڑھیں گے۔ (عقیدہ سوچھواں) حضرات

اسامائے احمی العالم القادس المزید التامع البصیر
 (الکلم الباقی) اسم الہی سب پر مقدم ہے۔ معنی اُس کے جس کی
 زندگی ذاتی ہو۔ یہ خاصہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور قدرت بعد ارادہ
 کے ہے۔ اور ارادہ بعد علم کے۔ اور علم بعد جہات کے۔ اور جہات
 تابع ذات کے۔ علی ہذا القیاس سبع بصر متکلم بقا سب اسماء الہیہ بار
 ذات میں جمع تھے۔ جب کوئی زبان مکان نہ تھا۔ سب کے تقاضے
 سے چہان پیدا ہوا۔ (عقیدہ سترھواں) معنی استواء علی العرش
 شیخ صفی الدین بن ابی منصور نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا استواء علی العرش
 بصفہ رحمانہ ہے۔ جیسا اُس کے جلال کے لائق ہے۔ ذات عالی
 کو مستوی علی العرش کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایسی صفت
 نہ بولی جاوے۔ کہ جس کا ہم کو علم نہ ہو۔ عقل تو یہ تجویز کرتی ہے
 جیسا استوی بادشاہ کا یا دشاہی پر تہذیب ہوتا ہے۔ ویسا چاہیے۔
 لیکن شرع اس تجویز کو منع کرتی ہے۔ پس کفار شئی حضرت شیخ
 فرماتے ہیں۔ اسم رحمان اعظم الاسماء ہے۔ مگر در ملک رحمان
 کے متصل رہا ہے۔ اسی واسطے نزول رب کا آسمان و دنیا پر وارد
 ہوا۔ اور رحمان کا برزخ یہ ظہور صفات کا ہے۔ ذات مکان سے
 کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ وہ غنی مطلق ہے۔ جیسا اللہ عز۔ (عقیدہ
 اٹھارہ) بیان عدم تاویل در آیات صفات اولے ہے) مگر جب
 عدم تاویل سے خوف زوال ایمان کا ہو۔ تو تاویل جائز ہے۔ عملائے
 متکلمین فرماتے ہیں۔ کہ آیات صفات کی جن کے معنی ظاہر ہوں تو
 ظاہر پر اعتقاد چاہئے۔ جب کوئی تشابہ نہ ہو۔ جیسا الرحمن علی العرش
 المستوی و یبقی وجہ دریا وید اللہ فوق الیدھم اور مثل اس کی

اس میں اختلاف ہے
 بعض کہتے ہیں کہ
 اس میں اختلاف ہے
 بعض کہتے ہیں کہ

اب ایسے متشابہ کی تاویل جائز ہے۔ بانقویض الی اللہ کرنی چاہئے۔
 مذہب سلف کا ہے۔ کہ اللہ کو مقررہ اظہار لفظ اعتقاد کر کے تسلیم چاہئے
 اور مذہب خلف کا تاویل ہے۔ کہ تاویل ایسی ہو۔ کہ اعتقاد میں فرق نہ
 آوے۔ سو یہ مشکل ہے۔ پس تقویض مسلم ہے۔ اور تاویل اقرب
 الی الخطاب غرض جو معتقد ہے۔ کہ حقیقت باری تعالیٰ کی مخالف ہے
 واسطے کل خلیق کے تو وہ تاویل کی طرف نہیں جاتا۔ کیونکہ اُس کے
 کل صفات مثل حقیقت کے مخالف صفات خلیق کے ہیں۔ جیسا کہ
 جالی ہے۔ صفات بھی عالی ہے۔ (عقیدہ انیسواں) بیان
 کرسی اور لوح اور قلم علی کا) جیسا استواء علی العرش کا مسئلہ نامعلوم
 ہے۔ ایسا ہی کرسی کی حدیث مفوض الی اللہ کرنی چاہئے۔ اور استواء
 علی العرش خاص باسم الرحمن ہے۔ تو کرسی کے اندر وہ رحمت رحمانیہ کی
 منقسم لطیف امر اور نہی ہے۔ جنکا مثبتہا جنت اور دوزخ ہے۔ اور حدیث
 قد میں کی یہی تہیہ کرتی ہے۔ کہ وہ امر اور نہی ہے۔ جنکا مثبتہا خیر اور
 شر ہو کر جنت اور جہنم ہے۔ آخر ذکر وضع قدم کا در دوزخ اُس کی دلالت
 کرتا ہے۔ قدم یعنی شرار الناس دل اس پر ہے۔ (عقیدہ بیسواں)
 اخذ میثاق بنی آدم سے یوم میثاق جب آدم کی نظر میں تھے یعنی پشت میں
 تھے) متشدد اس جہد میثاق کے متکبر ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ معنی قول اللہ
 تعالیٰ کے وَاِذَا خَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ فَكَانَ
 مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِرُءُوسِهِمْ اَلَمْ تَرَ اَنَّا جَعَلْنَا
 قُلُوبَهُمْ غَافِلًا اور توالد ہو رہا ہے۔ اور اس سال رسل کا استحکام
 عقل کا اور نظر کا اور استدلال کا یہی خطاب ہے۔ اور عہد میثاق کا
 مشکل ہے۔ پس علم حضور کریمت کو اختیار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ اُن سے اخذ
 عہد کیا۔ حقیقہ۔ کیونکہ وہ علی کل شیء قدیر ہے۔ اہل نیت فرماتے ہیں

یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں شبہ و تشابہ نہیں ہے۔

کہ بعد اللہ ابن عباس کی حدیث ہے کہ یہ اخذ میثاق وادی النہد
 میں تھا۔ وہ عہد کے پاس ایک وادی کا نام ہے۔ حضرت علی ابن
 ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ اخذ عہد و میثاق جنت میں ہوا
 حدیث میں وارد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت
 کو مسح کر کے ساری اولاد نکالی مثل جویشوں کے۔ اس میں اختلافات
 ہے۔ کہ پشت بھانسی۔ یا سر کے سوراخوں سے نکلا۔ یہ درود جبریل میں
 فتح ابوطاہر ترمذی نے فرمایا کہ مسام شجرات پشت سے نکلا۔ اور نظر
 کے معنی یہ ہیں۔ کہ فرشتوں کو حکم مسح کا فرمایا۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ مسح
 السلطان طین البہلہ اور حالانکہ اعوان ملک مسح کرتے ہیں۔ کیونکہ
 اللہ تعالیٰ مسح یہ سے پاک ہے۔ کیونکہ باہمین حادث اور قدیم کے
 اتصال ناممکن ہے۔ (سوال) یوم میثاق میں غفلت نے نبی کے
 ساتھ کس طرح جواب دیا۔ کیا جیسا عقلا تھے۔ یا بڑبان حال (جواب)
 بلکہ جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حیات اور عقل اور لطف اور یہ یا بخار
 اللہ تبارک ہے۔ اور کیفیت مفوض الی اللہ ہے۔ (سوال) جب سب نے
 نبی کہا تھا۔ تو بعضوں کا قول قبول ہوا۔ اور بعضوں کا رد اس کا کیا ہے
 (جواب) کہ ان کو تجلی نہایت کے ساتھ ہوئی۔ تو خوف کھا کر بلا بولے۔ قلہ
 یتبع ہم اے انھم ایمان منافعوا کا نافع نہیں ہوا۔ اور بعضوں پر تجلی حجت
 کی ہوئی۔ انہوں نے جواب بلا کا خوشی سے دیا۔ منفعہ ہم اے انھم ایمان
 (عقیدہ اکیسواں) صفت خلق عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے فرمایا
 کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کثلہ آدم خلقہ من توابہم قال لہ کیونکہ
 عیسیٰ صفت عیسیٰ علیہ السلام کی اللہ کے نزدیک مثل صفت آدم کے ہے۔ سو
 کہ مٹی سے پھر اوسکو فرمایا (کن ہیں ہو گیا) (سوال) عیسیٰ علیہ السلام

یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں شبہ و تشابہ نہیں ہے۔

یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں شبہ و تشابہ نہیں ہے۔

میں نے
نہیں
سمجھا

کی فطرت فطرت پریم علیہا السلام اور فتح جبریل علیہ السلام سے ہے۔ اور
آدم علیہ السلام کی مٹی سے تو وہ مشابہت کی کیا ہے۔ (جواب) وہ
مشابہت کی عدم الوہ ہے مذکر حبیب آدم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا۔ ایسا
ہی عیسیٰ علیہ السلام کا نہ تھا۔ یہ آیت شریف واسطے رفع ثبوت کے ہے۔
دلیل سے مقصود رفع شک کا ہو ثبوت۔ اور اگر کوئی مثال دیتے۔ تو اس میں
الوہ کا ثبوت تھا۔ اگر وہ مثال بھی مفید تھی۔ جیسا عدم اور وجود بالکل
مساوی ہے۔ عدم وجود میں کا بھی ویسا ہی ہے۔ لیکن رفع ثبوت مقصود
تھی۔ (عقیدہ بالیسوال) اللہ تعالیٰ دنیا میں مومنوں کو
بالطلب مرنے ہے۔ آخرت میں مرنے ہوگا۔ بالابصار بلا کیف قبل
ذو الجنت آں بعد دخول جنت احادیث صحیحہ موافق آیت کریمہ وجود ہو
صلنا ناضرتہ الی مہجنا نظر کر بہت وارد ہیں۔ کہ اس میں چہرے
تازے ہونگے۔ اپنے رب کو دیکھتے ہو گئے۔ جمہور متکلمین نے کہا ہے۔ کہ
روایت مومنین کی بالمقابلہ و بلا جہت و بلا مکان کشف کے طور پر ہوں گی۔
جب اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھتا ہے۔ پس ثبوت خاص بلا کیف تو مومنین کی ہی
روایت ایسی ہی ہوگی۔ بلا کیف روایت میں مقابلہ شرط نہیں۔ جیسا
حضرت صلعم آگے چپے بلرہ دیکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو برابر بلا مقابلہ دیکھتا
ہے۔ (سوال) رویت دنیا میں بجا لیت بیداری ممکن ہے یا نہیں
(جواب) اس میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں ممکن ہے۔ اور بعضے
کہتے ہیں۔ ناممکن امر کا کی دلیل اس ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
رویت طلب کی۔ انبیاء علیہم السلام طالب امر جائز کے ہوتے ہیں۔
نہ محال کے اور مانع کی دلیل یہ ہے کہ قوم موسیٰ نے رویت کی طلب کی
پہلے۔ آیت اس نا اللہ جبروتہ فاخذہم الصعقۃ انکو سبلی پڑی اسکا

جواب دیتے ہیں۔ کہ سبلی واسطے ضدیت کے پڑی نہ واسطے محال ہوتے
رویت کے قانون رویت دنیا میں یہ بھی دلیل لاتے ہیں۔ کہ حضرت نے فرمایا
حدیث ابن جراح الحدیث کہ سبب حقیقی جہت یعنی تم میں سے کوئی رب
کو نہیں دیکھ سکا۔ یہاں تک کہ مر جاوے۔ اب رویت فی القوم جائز ہے یا نہیں
بعضے کہتے ہیں کہ ناجائز ہے۔ کیونکہ خواب میں خیال اور مثال نظر آتی ہے۔
اللہ تعالیٰ قدیم ہے۔ اسکی مثال ناممکن ہے۔ اور مجوزین رویت کہتے ہیں
کہ محال نہیں۔ اس کا دفع بہت صاف صالح سے ہوا۔ انا احمد حبیل اور
حمزہ زیات اور امام ابو حنیفہ رحمہم وغیرہم حمزہ زیات کہتے ہیں کہ میں نے اللہ
تعالیٰ کے سامنے سورہ یس پڑھی۔ جب میں نے تنزیل العزیز الرحیم
پڑھا۔ فہم لام تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تنزیل العزیز الرحیم بفتح لام میں
اوتارا ہے۔ اور جب سورہ مدہ پڑھی تو وانا اخذتک پڑھا۔ فرمایا
وانا اخذتک وغرض ابن صلق نے انکار میں کہا اللہ کیا۔ کہ بیداری
نافع ہے رویت کی۔ اور رویت اللہ تعالیٰ کی بحالت بیداری ہو جب
حدیث مذکورہ کے جو مسلم نے کتاب الفتن صفت و قبل میں لکھی ہے۔ وہ
مسلم ہے۔ مگر بکار بنی صلعم نے علانیہ بیداری میں رویت فرمائی۔ غرض ثبوت
در مقام ثبوت احادیث میں وارد ہے۔ اور رویت حضرت کی اس حدیث
سے ثابت ہے۔ کہ (ما ایت ما فی احسن صورتہ ترجمہ میں ہے اپنے رب
کو اچھی صورت میں دیکھا) (سوال) خواب میں دیکھنا صورت اور
مثال کا ہوتا ہے۔ نہ اصل شے کا۔ (جواب) جب اللہ تعالیٰ تجلی ذاتی فرماتا
ہے۔ تو روح ساتھ عظمت اعلیٰ کے ہاتھ لگے۔ کہ لا الہ الا الحق ہے۔ نفس کو اپنے
خیال کے ساتھ طاقت رویت کی نہیں جس چیز کی صورت نہ ہو۔ اسکا رویت
نہ ہونی نہ غلط ہے۔ کیونکہ بہت اشیاء خواب میں دیکھتے ہیں جنکی صورت

نہیں۔ جیسا ایمان اور کفر اور شرک و ان شریف اور ہیئت اور ضلالت اور
جہالت و دنیا حبیبیا مدیثوں میں وارد ہوا۔ شیخ محی الدین فرماتے ہیں۔ کہ رویت
اللہ تعالیٰ کی فی المنام جائے توقف نہیں۔ کیونکہ عالم خیال بڑا وسیع ہے
جس میں عدم محض اور محال اور واجب آجاتے ہیں۔ ممکن کیوں نہ آوے
رویت اللہ کی توقیہات میں ہوگی۔ ایما قولوا فاشتم وحبہ اللہ۔ پس جو
چیز جسا و قمع منام یعنی خواب اور آخرت میں جائز ہو۔ بیداری میں
کیا محال ہے۔ لکن ما کہ الا بصار و هو یبصر ما لا یبصر ما سے
اعاطہ محال ہے۔ نہ رویت۔ رویت کو اعاطہ لازم نہیں۔ جہاں
نقی اعاطہ کی۔ اس جگہ رویت کی انھی لازم نہیں۔ جب رویت حضرت کی
خواب میں حق ہے۔ کہ شیطان آپ کی صورت نہیں بن سکتا ہے۔ اور
سب شیاطین حضرت کی صورت سے بھاگتے ہیں۔ اور گھبراتے ہیں۔ اور
حضرت کا شیطان قرین اسلام لایا۔ پس اللہ تعالیٰ کی صورت کوئی نہیں
کوئی شبلی ہوگی۔ اسماء اللہ کی ہوتی ہے۔ جیسا پہلے مذکور ہوا۔ کہ کائنات
تخلیات و نباتات ہیں۔ ذات منزہ مقدس غنی مطلق ہے۔ (حقیقہ)
شیخ سوال انتہات وجود حق والا یان بوجود حق قرآن شریف مطلق ہے
اور اجماع البتہ و جماعت کا ہے۔ کہ موجود میں۔ اصول خلق کی چار
جہیں ہیں۔ آب۔ ہوا۔ خاک۔ آتش۔ آب اور خاک ظاہر ہیں۔ اور
ہوا اور آتش غنی ہے۔ آتش مشتعل بر نور و شعلہ و دخان ہے۔ نور
روشنی کا نام ہے۔ دخان ظلمت کا نام ہے۔ شعلہ اس کا نام مابین ہے
وہ مشعل محض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جان کو مابین سے پیدا کیا۔ نباتات
کو خاک کے ساتھ زمینیت نور کی ہے۔ اور ان کو شیاطین کے ساتھ ظلمت
دخان کی اسی واسطے جنات میں کوئی مطیع ہے۔ اور کوئی عاصی اور کوئی

مومن ہے۔ اور کوئی کافر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یموت و الہان خلقنا
من قبل من لانا السموم و سوچ کی نارسے یا بجلی کی نارسے اس میں
اختلاف ہے۔ اور بالمیس جنات کی ہمت سے ہے۔ فرشتے اس کو پتھر لینگے
آسمانوں میں۔ یہ ادن کے ساتھ طور حدیث میں ہے۔ مولیٰ القوم
منہ ترجمہ غلام قوم کا قوم سے ہے۔ خطاب کے وقت انہیں کے ساتھ
محصور ہوا۔ (حقیقہ) جو بیسوال اللہ تعالیٰ خالق افعال عباد ہے
جیسا خالق ذوات عباد ہے۔ عباد کا سبب افعال ہیں خالق افعال نہیں
مقتزل کہتے ہیں کہ عباد خالق الافعال ہیں۔ اوائل مقتزل حبیبیا و اصل
ابن عطاء و عمرو بن حمید سبب قرب زائد اجماع سلف صالح کے کہ خالق
سوائے اللہ کے کوئی نہیں عباد کو خالق افعال نہیں کہتے تھے۔ صرف
لفظ مختراع و موجد کا بولتے تھے۔ پس جب ابو علی جہانی اور اس کے اصحاب
نے دیکھا۔ کہ معنی موجد و مختراع و خالق کے واحد نہیں۔ تب بلا تامل عباد کو
خالق افعال کہنے لگے۔ اس مسئلہ میں اہل عقل اہل کشف و تحقیق ہیں۔ اہل
عقول کا اور اک اس مسئلہ کی یہ کو نہیں پہنچتا۔ اور اہل کشف کا کشف
بھی نزاع سے بری نہیں ہوا۔ قل امام اشعری یہ کا یہ ہے۔ کہ قدرت
حادثہ کا اثر افعال میں کچھ نہیں جیسا علم کا معلوم میں کچھ نہیں ویسا ہی
سوائے تعلق کے کوئی اثر نہیں۔ شیخ ابو الطائر قدوسی نے کہا ہے کہ
اشعری نے یہ مذہب برائے مخالفت مختزلہ و جہرہ اختیار کیا ہے۔ کہ یہ
مذہب ان کے طریق سے اسہل ہے۔ تعلق قدرت حادثہ کا بلکہ انشاء
کے جس کا اثر نہ ہو۔ قبل تعلق علم کے ساتھ معلوم و حاصل الکلام ہے۔ کہ عباد
کو مطلق کہنا عباد و انکار ہے۔ اور عباد کو مستقل سمجھنا اشراک ہے۔ اب
یہ بات ہے کہ جہدہ اپنے نفس میں اختیار فعل اور جہدہ امتثال فعل کو جانتا ہے۔

یہ روایت ہے
میں کوئی شک نہیں
میں کوئی شک نہیں

اب کلام صوفیہ کلام کا گوش دل سنو۔ شیخ ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا
 اس مسئلہ کی صورت مثل صورت لام و الف (ک) کے ہے۔ حروف تہجی
 میں کہ آدمی الف و لام کے دو شاخوں دیکھد مقرر نہیں کر سکتا۔ کہ الف کون ہے
 اور لام کون۔ فعل جو مخلوق کے ہاں ظاہر ہوتا ہے۔ مشخص نہیں ہوتا۔ کہ
 کس کا ہے۔ بلکہ کہو۔ تو یہی کسچ ہے۔ اور الخلاق مع اللہ کہو تو یہی راست
 ہے۔ اگر یہ فعل مخلوق کا نہ ہو۔ تو خطاب اللہ کا بندہ کو ساتھ تکلیف کے کیوں
 ہوتا۔ اور نسبت عمل کی نسبت بندہ نہ ہوتی۔ آیت لَعَلَّكُمْ أَتَى اللَّهُ الْفَلَاحُ
 نہ فرماتا۔ اضافت عمل کی بسوئے عباد اس واسطے ہے کہ عمل ثواب اور
 عقاب کا ہیں۔ اور حقیقت یہ افعال اللہ کے ہیں۔ لیکن جب ہم نے دیکھا
 کہ اعمال ہمارے ہاتھ سے ہوتے ہیں۔ اور ہم نے دعویٰ کیا۔ کہ افعال
 ہمارے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی ہماری طرف اضافت کر دی۔
 برائے ابتلا از باری تعالیٰ ہم باعث دعویٰ عباد جب اللہ تعالیٰ نے
 ہمارے دل کی انگلیوں روشن کیں۔ تو دیکھا کہ سب افعال اللہ تعالیٰ کے
 ہیں۔ اور ہم نے سب کو اچھا دیکھا۔ یہ دیکھ کر آداب کے ساتھ قائم ہوئے
 جو نیک کام ہے۔ اس کو منسوب بسوئے اللہ تعالیٰ کیا۔ کہ وہ خالق ہے
 حقیقتہ جو شتر ہے اس کو منسوب اپنی طرف کیا۔ کہ ہم اس فعل کا
 حمل ہیں۔ یہی کو اپنی طرف اضافت کی۔ باضافت اللہ تعالیٰ کے اور جب
 حکمت اللہ پر نظر کرتے ہیں۔ سیات کو بھی حسبات پاتے ہیں۔ کہ
 آیت یٰٰدُلَّ اللَّهُ سِبَاھً مَّحْمَدًا تَرْجَمَہُ اللہ تعالیٰ بدویوں کو در حکم لکھی
 کر دیتا ہے۔ نہ عیساؑ لکھی تا قریب نہ ذات اور فرمایا کہ در میان
 رب اور عبد نسبت را بحد استمداد بالحق کی ہے۔ اسی نسبت کے سبب
 اللہ تعالیٰ نے عباد کو ازراہ نبی کی تکلیف دی اور بندہ مکلف مامور اور

میں کہ آدمی الف و لام کے دو شاخوں دیکھد مقرر نہیں کر سکتا۔ کہ الف کون ہے اور لام کون۔

منتہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ حکیم علیہ ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ جس سے کام ہو کر
 کہ اس کو کہے۔ کہ افعال یعنی یہ کلام کہ اور اللہ فرماتا ہے۔ کہ آیت اَللّٰهُمَّ صَلِّ
 ضرور ہے۔ کہ عبد اگر فاعل فعل کا نہیں۔ تو قابل تو ضرور ہوگا۔ اور قابل ہوا
 تو خدا کے فعل کی تجلی اس میں ظاہر ہوگی۔ اس سے واضح ہوا کہ قدرت
 حادثہ کو نسبت تعلق کی ہے۔ ساتھ میں عمل کے جو اس سے صادر ہوتا ہے
 حاصل کلام بندہ کی طرف نسبت فعل کی اس جہت سے ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ
 فی الارض ہے۔ اگر فعل یا افعال اس سے مجر کیا جاوے۔ تو غلیظ نہ رہیگا
 (حقیقتہ میں یہی حال)۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بالغہ ہے۔ عباد پر باوجودیکہ
 ان کے اعمال کا خالق ہے۔ اگر بندہ کو یہیگا۔ کہ یا رب تو مجھ کو کس طرح اخذ
 کرتا ہے۔ ساتھ اس چیز کے جو تونے میری پیدائش سے پہلے مقدر کی تھی۔
 حق تبارک و تعالیٰ فرمادے گا۔ کہ میرا علم تیرے حال کے ساتھ متعلق تھا۔ میرے علم و معلوم
 کا افتتاح نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَوْلَا نِعْمَتِيْ لَعَلَّكَ الْهَاسِلُ
 منکسر و لہذا یمن (ترجمہ) ضرور ہم تمہارے جو ہر ظاہر کرتے تاکہ ہم تمہیں کہ
 تم سے عباد صابکوں ہم یہ بہت برائے اقامت محبت ہے۔ عباد پر باوجودیکہ
 اللہ تعالیٰ عالم ہے۔ بھیج حالات عبد قبل وجود ہر شخص اس علم اور محبت
 کے ذوق کو نہیں پہنچتا۔ یہ محبت جو عین پر ہوگی۔ نہ اہل کشف پر کیونکہ
 اہل کشف کو حق تبارک کے ساتھ کسی بات میں نزاع نہیں۔ جو چیز خواہ منسوب
 الی الحق ہو۔ یا منسوب بسوئے عباد عہد پر واجب ہے۔ کہ محبت اپنے
 نفس پر قائم کرے۔ ایمان تاکہ عارف اس کا ہو جائے۔ یقیناً و کشفاً کیونکہ بندہ
 کی جو حالت گذرتی ہے۔ وہ مطابق علم باری تعالیٰ کے ہے۔ اور حق تبارک
 بندہ کے ساتھ وہی لحاظ کرتا ہے۔ جو اس کے علم میں ہے۔ اور مقام اقامت
 محبت سے اعلیٰ و قانی ہے۔ آیت لَا یَسْتَلِ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ لَیْسُوْنَ بِکَافٍ

یعنی حق تعالیٰ جو کرتا ہے۔ اس سے نہیں پوچھا جاتا۔ بلکہ بندوں سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ علم حق تعالیٰ کا حسب حال جہاد کے ہے۔ عبد اللہ بن سلام (مشہور صحابی کا نام ہے) نے حکایت کی۔ کہ کسی نبی کو تکلیف پہنچی۔ تو انہوں نے جناب باری تعالیٰ میں شکایت کی۔ روحی آئی۔ کہ شکایت کیوں کرتے ہو۔ کہ میں تو اہل دم نہیں۔ علم غیب میں تیرا حال ایسا ہی تھا اب چاہتے ہو۔ کہ تمہاری خاطر لپٹ دوں۔ اور لوحِ حیرے سب بدل دوں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ اس مقام پر مطلع کرتا ہے وہ خود مستغرقِ محبتِ اللہ ہو جاتا ہے۔ اور اپنے نفس پر محبت قائم کرتا ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ اکثر لوگ وجہ اس محبت کی نہیں جانتے۔ اور ایمان تسلیم کرتے ہیں۔ اور ہم لوگ اس کا مقام جانتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ نے اس محبت کا کیوں ذکر فرمایا۔ بلکہ عید کو لازم ہے کہ جسے آپ کے ساتھ میری کوئی محبت نہیں۔ بُرائی نہ کہے۔ یا اہل کے ساتھ وجہ یہ ہے۔ کہ علم تابع معلوم کے ہے۔ اور حق تعالیٰ فاعل حقیقی ہے۔ سارے سب خلقت قابل ہے۔ معلوم جو کچھ کہے۔ وہ محکوم علیہ ہے۔ کہ یوں کہتے کہ اللہ تعالیٰ عید مجادل کو فرماوے گا۔ کہ میرا علم میری حالت کے ساتھ اوصافِ خلق پڑا تھا۔ کہ علم غیب میں تھا۔ اور ظہور حسبِ قابلیت کے تھا۔ وھو الفاھو وھو الیکم انجیل۔ اور نیز فرمایا۔ کہ آیت شریف (نمبر) واسطے اللہ کے ہے پوری دلیل۔ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عباد کو تکلیف اور چیز کی دی ہے جس کی عادتِ طاقت رکھتے ہیں۔ آسمان پر چڑھنے کی تکلیف نہیں دی جمیع بن ضدین کی نہیں کیجیسا فرمایا۔ لانیل جمیل فیصلی۔ یعنی اصل قسمت ازلی میں جو جائز تھا سب کیا۔ (محققہ) جھٹسوا کوئی آدمی اور جن جب تکس عاقل ہے تکلیف سے خالی یعنی خارج نہیں ہوتا

وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں

نہ انہیں اللہ

اگرچہ اعلیٰ درجاتِ قرب میں پہنچ جائے کوئی عاقل جب تک دنیا میں ہے۔ درجہ اباحت میں نہیں پہنچتا۔ یعنی تکلیف سے خارج نہیں ہوتا۔ بعضے عارفین کا قول ہے۔ کہ سالک ایسے مقام میں پہنچتا ہے۔ کہ تکلیف اس سے رفع ہوتی ہے۔ اور مال اس کی یہ ہے۔ کہ عبادت میں اس کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اور مال اس کو نہیں آتا۔ عبادت کے اندر آداب اور مشاہدہ پاتا ہے۔ تو کچھ تکلیف نہیں پاتا۔ اور معنی اس آیت شریف و اذا فرغت فانصب۔ یعنی جب کو فارغ ہوئے۔ تو ٹھک کے رہتے کہ جب ایک عمل منصب سے فارغ ہو۔ تو دوسرے عمل منصب میں شروع ہو جاوے۔ اس ذوق کو سالک طریق جانتا ہے۔ تکلیف سے راحت نہیں۔ ہر وقت۔ ہر دم۔ اقبال علی اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ غرض تکلیف یعنی تنقید یا حکامِ شرع سے کوئی عاقل آزاد نہیں ہو سکتا۔ (محققہ) سنا عیسو وال اللہ تعالیٰ کے کمالِ فعال جن جن حکمت ہیں۔ ثباتِ حکمت کیونکہ اگر بال حکمت ہوں۔ تو حکمت موجب اور حاکم افعال کا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ محکوم علیہ ہو جائے گا۔ اور یہ ناجائز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ در آیت۔ و ما خلقنا السموات و الارض و ما بینہما الا بالحق معنی لام ہے۔ معنی آیت شریف۔ ہم نے آسمان اور زمین نہیں پیدا کیے۔ مگر قرب حق کے۔ اسے لائقِ عبادت شریف میں و ما خلقت الجن والانس الا لیجدونک لام ہے اور بائیل اس لام کے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شے کو سبب کسی شے کے پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ پیداکرنا ہے۔ تو جس طرح خلق شے کا بیشی آوے۔ وہ یا معنی لام ہے۔ یہ لام حکمت کا ہے۔ جن جن خلق عین حکمت ہے۔ خلق اللہ تعالیٰ کی مثال حکمت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اگر تمام کوے۔ تو اس کا فضل ہے۔ اگر مبتلا کر کے

عذاب دیوے۔ تو وہ اس کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم کو دو قبضوں میں نکالا۔ اور ان کے واسطے دو منزل بنائیں۔ ایک قبضہ واسطے جنت کے اور ایک قبضہ واسطے دوزخ کے۔ اور فرمایا۔ **هَذَا لَهُ الْجَنَّةُ وَهَذَا لَهُ النَّارُ وَلَا يَالِي يَنِي** میں پر وہ نہیں رکھتا۔ یہ اس وقت فرمایا تھا جب کوئی موجود نہیں تھا۔ **يَالِي** کے معنی یہ ہیں کہ میری طرف کچھ عائد نہیں۔ میری رحمت غضب پر سابق ہے۔ ورحم ابل جنت اور میرا کلمہ حق ہے کہ جہنم کو جنت اور آدمیوں سے بڑکروں گا۔ **رَأْسُ** رب اہل جنت کے ساتھ رہینگا۔ کہ وہ مقام انس اور جہاں کا ہے۔ اور اسم جہاں انار کے ساتھ رہینگا کہ وہ دار جلال اور قہر ہے۔ وہاں صرف جلال ہوگا۔ دنیا میں جہاں مزوج بالجہل ہے۔ تاکہ خلقت تاب و طاقت اس جلال کی کہ لفظ **لَا يَالِي** سے وہم ہوتا ہے۔ کہ کفار کے کفر سے غضب نہ آوے۔ اگر پر وہ نہ ہوتی۔ تو کفار کو کفر پر کیوں پکڑتا۔ اور ان پر عتد کیوں ہوتا۔ اور رحمت ان پر کیوں حرام کرتا ہے۔ مہلات شرعی یعنی رحمت پر مطیع و غضب پر ماضی جو مبتلا و سب سے اوام عوام ہے۔ یہ مراد نہیں۔ بلکہ مراد وہ ہے کہ میری ذات منزہ مقدس ہے۔ اسکی طرف کوئی نقصان اور فائزہ عائد نہیں ہوتا۔

(عقیدہ اٹھائیسواں)۔ **لَا رَازِقَ إِلَّا اللَّهُ** معتزلہ کہتے ہیں۔ جو اپنی رحمت سے کماؤے۔ وہ اپنے نفس کا رازق ہے جس کو بغیر کلفت رزق ملے اور کارازق اللہ ہے۔ دلیل لاتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہے **قُلْ مَنْ لَمْ يَمْطِمْ لَهُ وَلَا مَعْرُوفٍ** یعنی بہت لوگ ہیں جن کو روٹی دینے والا کوئی پناہ دینے والا کوئی نہیں۔ یہ دلیل اونکی باطل ہے۔ کیونکہ مراد اس حدیث سے عدم شہوت رزق ہے۔ نہ مطاق منع رزق۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہے۔ **يَا دِينَارُ خُذْ مَنِي فَاصْطَبِهِ وَمَنْ شَدَّكَ فَاصْطَبِ**

یہ حدیث صحیحہ ہے۔

یعنی اسے دینا جو میری خدمت کو ہے۔ اوسکی خدمت کر۔ اور جو میری خدمت کرے۔ اس سے اپنی خدمت لے۔ اہل سنت نے فرمایا۔ رزق بندہ کا وہ ہے کہ جس سے غذا وغیرہ میں نفع پادے۔ خواہ بکسب حلال خواہ بکسب حرام ہو۔ بغضب و سرقت وغیرہ معتزلہ کہتے ہیں کہ حرام رزق نہیں۔ کیونکہ رزق مالک کا نام ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں۔ وہاب کا رزق ہے۔ اور مالک نہیں۔ اور تم بھی کہتے ہو۔ کہ اس کا رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور تم کہتے ہو کہ بندہ رزق دوسرے بندہ کا کھا سکتا ہے۔ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ حلال ہی رزق ہے کہ خدا نے اس رزق کو اپنی طرف نسبت کیا ہے۔ اور جو رزق بندے سے حرام کھاتے ہیں۔ اوسپر عذاب ہوگا۔ اہل سنت کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ فعالیٰ لما یصلیٰ ترجمہ (جو چاہے کرتا ہے)۔ رزق حرام پر سبب بدو مالکی اسباب رزق میں ہوگا۔ کہ اسباب ناجائز کے مباشر ہوئے۔ اہل سنت کہتے ہیں جس شخص نے غیر حرام کھایا۔ اب وہ بموجب کھانے سے ٹول کے ہر رزق نہ ملے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے **وَمَنْ يَتَّبِعْ أَهْلَ الْأَيْمَانِ يَتَّبِعْهُمُ** اللہ نے جو فرمادی۔ کہ میرے ذمہ رزق ہے۔ تو اوس کا جواب کیا ہے۔ اور وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے رزق اپنی طرف نسبت کیا۔ جو اب یہ ہے۔ کہ وہ خالق قدرت عہد کا ہے۔ برائے تحصیل رزق مستوجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہے۔ اکابر معتزلہ نسبت رزق حرام کی اس واسطے بنوئے اللہ نہیں کرتے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **آيَاتُ مَا آتَيْنَاكَ مِنْ فَضْلِنَا** اللہ ما آتینا من سیئات فمن نفسه۔ یعنی جو تم کو نیکی ہو سچے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ جو بدی ہو سچے وہ تم سے نفس کی طرف سے ہے۔ اور نیز کہتے ہیں کہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق دنیا و آخرت کے خالق اسکا ہے۔ تو فرض معتزلہ کی یہ ہے کہ مقتاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ خالق رزق عباد ہے۔ بلکہ یہود اور نصاریٰ اور مجوس

بکسی اعتقاد ان بات کا رکھتی ہیں۔ چہ جائے کہ اسلام جو علامہ زحشری
 جیسا اعتقاد رکھے۔ حدیث شریف میں ہے۔ الخیر کلمہ فی یدک والشر
 لیس الیک یعنی رزق حرام کو منسوب نبوسے اللہ اس واسطے نہیں کرتے
 کہ بے ادبی ہوتی ہے۔ درحقیقتہ مخلوق اوس کہے۔ پس معلوم ہوا۔ اگر ارادہ
 معتزلہ کا نفی رزق حرام سے صرف ادب خطاب باری کا ہے۔ اور اگر ارادہ
 ان کا نفی مطلق ہے۔ تو خطا وار نہیں۔ شیخ محی الدین سے بذیل آیت وما من
 دابۃ الا علی اللہ یارزقہا لکھا ہے۔ کہ حق تعالیٰ ہر مخلوق کو رزق مستحق
 پہنچاتا ہے۔ کوئی اسباب اور کرات اوسکی نہیں۔ کیونکہ نیک اور بد کو رزق
 دیتا ہے۔ مکلف غیر مکلف کو دیتا ہے۔ جس عہد کے ساتھ اوسکی مہربانی ہو
 اوس کو رزق حلال بے مشبہ و تباہ ہے۔ حرام اور شہات سے اوسکو نکال دیتا
 ہے جیسا کہ وہ دھوکہ و دیمان کو برادر خون سے نکالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا
 بقیتہ اللہ خیر لکم اے جو کچھ حلال بنایا واسطے خلقت کے تناول اس کا کہ عباد
 بر قوت پاویں۔ اور رزق بندہ کا وہی ہے جس سے وجود اوس کا اور موت
 اور حیات قائم ہو۔ نہ وہ ذخیرہ کرے۔ کہ وہ رزق غیر کا ہوتا ہے۔ حساب اور کا
 ذخیرہ کرنے والا ہے۔ (تحفۃ السائل) فرق در میان معجزہ اور
 کرامات اور سحر اور شعبہ اور کہانت (معجزہ کا ذہب کے بقدر نہیں ہو سکتا۔)
 حق تعالیٰ نے رسول اس واسطے بھیجے کہ وہ لوگوں کو ظلمات سے طرف نور کے
 نکالیں۔ باذن اللہ یہ بات اوس وقت ہونی چاہئے۔ جب لوگ حیرت
 اور تردد میں ہوں۔ کہ اللہ منتر ہے۔ یا مشبہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان
 سے ہر وقت ایک رسول اپنے پاس سے بھیجا۔ لوگوں نے فکر کیا کہ پرمادی ریالت
 کا صادق ہے۔ یا کاذب۔ جب تک کوئی نشان صدق کا نہ دیکھا۔ متوقف
 رہتے۔ اور سائل ہوئے۔ کہ کوئی نشان ہے جس سے آپکی تصدیق کریں

پس رسول کریم نے معجزہ دکھلایا۔ لوگ حشرقی ہوئے۔ کوئی ایمان لایا
 کوئی کافر ہوا۔ معلوم ہوا کہ ہر بنی اپنی قوم کو اس قدر معجزہ دکھلاتا ہے۔
 کہ جس قدر ضرورت ہو۔ کہ اپنے تابعین کو اطمینان اور منکروں پر الزام محبت
 ہو۔ جیسا کہ قصہ معراج شریف کا اپنے اصحاب کے سامنے بیان فرماتے لگو
 تو کئی لوگ انکار کر اڑے۔ کیونکہ اوسکا اثر ظاہر میں کچھ نہ دیکھا۔ فقط اتنا معلوم
 کیا۔ کہ حکم تکلیف تسلیم کیے۔ اور مولیٰ علیہ السلام جب خدا کے پاس سے آئے
 خدا ان کے پیچھے پر نور کی بجلی تھی۔ جو دیکھا وہ اندھا ہو جاتا۔ جب حضرت
 موسیٰ اس کی آنکھوں پر کپڑے لٹے۔ وہ اچھا ہو جاتا۔ اس واسطے حضرت
 موسیٰ علیہ السلام اپنے چہرے پر برقع رکھتے تھے۔ تاکہ کوئی اندھا نہ ہوئے
 شیخ نے فرمایا۔ کہ چنانچہ ابویوسف نے یحییٰ بنی موسیٰ کے مقام والا تھا۔ کوئی ان کو
 دیکھتا۔ تو اندھا ہو جاتا جب ہمارے شیخ ابو مدین ان کے پاس گئے۔ تو
 اندھے ہو گئے۔ پس ابو مدین نے ان کا کٹر الیکر آنکھوں پر ملا۔ تو لیچھے
 ہو گئے۔ میری اول سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کہ میں اپنے شغل میں تھا۔ اور
 اولیاء محمدی البینا علی غیرہ نہیں جانتے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے واسطے
 برگزیدہ کیا ہے۔ ان کو دنیا میں کوئی آنکھ نہیں دیکھتی۔ اور چکی کراحت
 دنیا میں ظاہر کی ہے۔ وہ مشہور ہیں۔ انبیاء کرام کے معجزات اسی
 غرض سے ظاہر ہوئے کہ انکی اقوام تسلیم ہوں۔ کیونکہ سولے ظہور
 زبان کے کوئی اطاعت ایک دوسرے کی نہیں کرتا۔ علمائے اصول نے
 تعریف معجزہ کی اس طرح پر کی ہے۔ کہ وہ ایک کام خلاف عادت ظاہر ہوئے
 اس شخص کے ہاتھ پیر مدعی نبوت کا ہو۔ اور وہ کام ان لوگوں میں ظاہر
 ہو۔ اور کوئی شخص اوس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ جو ارض خلاف عادت ہنی سے قبل
 از دعویٰ نبوت ظاہر ہو۔ اوس کا نام ارناس ہے۔ یعنی تمہید نبوت و تہذیب

سورۃ شریف کا
 سورۃ شریف کا
 سورۃ شریف کا

ہے۔ جیسی ارغاص یعنی تاسیس و یوار کی کرامات اولیائے کے وہ بھی خلاف عادت ہوتے ہیں۔ لیکن مقدونہ دعویٰ نبوت نہیں۔ مگر کرامت ولی کی سائن مجبورہ کی نہیں ہوتی۔ بلکہ تابع اس کے ہوتی ہے۔ اور بروقت دعویٰ نبوت لیکے مسارضہ کے طور پر بھی نہیں ہوتی۔ سحر اور شجرہ او سے صادر ہوگا۔ جو مخالف طریق رسول کے ہوگا۔ اور ولی صاحب کرامت تابع رسول ہوتا ہے۔ مجبورہ یعنی خوارق العادات اس طرح ہوتا۔ جیسا مجبورہ کو زندہ کرنا جیل کو مہر و دم کرنا۔ اور نگلیوں کے درمیان سے پانی نکالنا۔ (سوال) مسیح و جلال دعویٰ کویت کا کرے گا۔ احیاء موتی کرے گا۔ آسمان سے مینہ برساے گا۔ اور اس کو دلیل اپنے دعویٰ پر لا دے گا۔ تو اب اس کے خوارق مشابہ مجبورہ کے ہیں۔ بار جو دیکھ کا ذب ہے۔ مجبورہ کی تعریف اس برصادق ہے۔ نہایت مشکل بات ہے۔ (چوا) جو کچھ وصال کے ہاتھ پر نظر ہوگا۔ بے اصل ہیں ہوں گی فقط ظاہر میں ابر خیالی ہیں۔ ضعیف الایمان لوگ فتنہ میں پڑیں گے۔ مجبورہ انبیاء کے امور حقیقیہ ہیں۔ جیسا سحر سحر اول فرعون کا خیالی بات تھی۔ درحقیقت کچھ نہ تھا۔ مجبورہ حضرت موسیٰ کا واقعی امر تھا۔ یعنی سب کام کھانے پینے وغیرہ جو جانوروں کے ہوتے ہیں۔ وہ اڑ دیا کرتا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا ہے۔ کہ عجرات واسطے ائمہ قرار ایمان داروں کے ہیں۔ جو ضعیف الایمان ہوں۔ جو لوگ قوی الایمان ہیں۔ وہ اول کلمات میں ہی ایمان لائے ہیں کلام سے ہی ان کو تصدیق ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن یردد ان فیہ نلہ یجعل صدرا و ضیقا احی جا کا ثما یصل فی السماء یعنی جس کو خدا گمراہ کرنا چاہے۔ تو اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے۔ گویا وہ آسمان میں چڑھتا ہے۔

شام کے ملک میں ایک یہودی نے چند آیات سوال کے طور پر شیخ صدیق قوری کی خدمت میں بھیجے اور حضرت کا جواب بنا یا بصورت ذیل قوم ہر اکلماء دین تھا رادھی

پیران ہے۔ اس کو واضح دلیل سے سمجھا دو۔ کہتا ہے جب رب نے میری ہدایت کفر کا حکم لگایا۔ اور ارادہ کفر کیا۔ تو اب وہ داخل اسلام میں کس طرح ہو سکتا ہے۔ بلکہ دروازہ بند کر دیا۔ اب وہ قضا الہی پر راضی ہے۔ اور اب اوپر زجر اور توبیخ فرماتے ہو۔ اب اس کا کیا اختیار ہے۔ کہ حکم الہی کی مخالفت کرے۔ جواب سچ ہے۔ رب حکم نے حکم فرمایا۔ لیکن یہ حکم کفر کا سد الباب نہیں۔ کیونکہ۔ ظاہر ہے۔ کہ حکم کسی بات کا متعلق بالشرط جائز ہے۔ یہ شرط ترتیب وار مفید اور موجب اپنے مشروط کے ہوتی ہیں۔ جیسا پانی پینے سے سیراب ہونا۔ اور کھانا کھانے سے سیرجہ جانا۔ اسی طرح حکم حق متعلق بالشرط ہے۔ اسلام لاوے۔ یعنی کلمہ شہادت پڑھے۔ سب احکام تسلیم کرے۔ تو بہشت میں داخل ہو دے۔ اگر نہ پڑھے۔ تو دروازہ بند ہے۔ دہنخ میں جاوے۔ یعنی قضا اور قدر مجبور نہیں کرتی۔ بلکہ اسباب برچیز کے بندوں کے ہاتھ میں دے دے۔ ہر دروازہ کی چابی خدا ہے۔ اور ہر چابی کا پتہ دے دیا۔ گویا بہشت کی ہے۔ اور یہ دوزخ کی ہے۔ اور عقل تیز کرنے والی سب کو دیدی۔ بچے اور دیوانے مستثنیٰ ہیں۔ اون پر مواخذہ نہیں۔ وہ ہمیشتی ہیں۔ مواخذہ فقط عقل پر ہے۔ جیسے عقل کو حکم الہی کا تابع نہ کیا۔ وہ خود مستقل یعنی حاکم بنا۔ اور پابیت الہی کے تابع نہ ہوا۔ تو وہ معتذب رہیگا۔ قیامت میں عدد اس کا نامعلوم ہوگا۔ کہ مدار ایمان مفید کی غیب پر ہے۔ قیامت میں مشاہدہ ہوگا۔ اسوقت کا ایمان مفید نہ ہوگا۔ حضرت علی خواص فرماتے ہیں۔ کہ نبوت بنی کی چند امور سے معلوم ہوتی ہے۔ ایک توبہ کہ داعی الی اطاعت اللہ اور ناھنی معاصی اللہ ہو دوسرا یہ کہ جس امر کی طرف بلاوے۔ اس کا اول عارف اور حامل ہو۔ تیسرا اس کو علم ضروری ہو۔ کہ وہ

رسول ہے۔ چوتھا یہ کہ جو آیات اور کرامت اس سے ظاہر ہوں ضرور جانے۔ کہ من اللہ ہیں۔ اور شہر اس سے عاجز ہیں۔ پانچواں یہ کہ جو کچھ قلب اور صدر میں ہو۔ اللہ اس کو آگاہ کر دے۔ تو وہ اپنی کلام کا عارف ہو۔ اپنی کلام کا جاہل نہی نہیں ہوتا۔ غرق عادات کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ غرض جو غرق عادت مستقیم علی الشریع ہو وہ تو کرامت ہے۔ واکلا کر ہے۔ اور استدراج وہ باطل ہے۔ (عقیدہ)

سوال ارسال رسول میں کیا حکمت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واما ما مقرر ہوا یعنی ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ رسول بھیجیں۔ بعد ارسال رسولوں کے تفریق میں المؤمن والمؤمنة ہوتی ہے۔ مؤمن مستثنیٰ ثواب کا۔ اور کافر قابل عقاب بنتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ جتنے حد و اللہ تعالیٰ کے ہیں جو اللہ نے مقرر کئے ہیں۔ دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم سیاست حکمیہ و دوسرا قسم شریعت۔ یہ دونوں قسم واسطے امان مسکنات کے ہیں۔ دنیا میں اور سلامت رہنے کے من اللہ و طریقہ۔ قسم اول وہ طریقہ القاد اور الہام کا ہے۔ جو حکمت اکابر کے نفوس میں القا ہوتی ہے۔ اوس کے حدود مقرر کرتے ہیں۔ ہر قلم میں ہر شہر میں حسب مزاج مسکنان بنا دے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اموال الناس امان واء اور اہل ارحام و انصاف ان کے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کو تو اوس کہتے ہیں۔ یعنی اسباب الخیر ان قواعد کو عقلائے الہام الہی سے وضع کیا اور ان کو غر نہیں تھی۔ کہ الہام کون کرتا ہے۔ یہ حکمت آیات خیرات میں موجود تھی مگر یہ محل عالم میں تھی۔ اب جب شریعت میں جانب اللہ آئی۔ تو ان نوامیس کو دیکھا جو موافق شریع کے ہے۔ اس کو رکھا جو مخالف ہے۔ اوس کو حکام پر حرام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (سوال)

اول نوامیس کے واضعین کو علم تھا کہ یہ قوانین مقرب الی اللہ ہیں یا نہیں ہیں۔ (جواب) کہ اول کو علم نہ تھا۔ کہ بعد مرنے کے بعثت ہے۔ اور جزا ہے۔ اور شہر ہے۔ اور میزان ہے۔ حساب ہے۔ عراط ہے۔ جنت ہے۔ نار ہے۔ نفوس کے احوال آخرت سے بے خبر تھے۔ اس واسطے اصل نوامیس حکما کا ہر زمانے میں دنیا کی نطاح کو اصلاح تھی۔ اور اپنے دلوں میں جانتے تھے۔ کہ ہم توحید خدا تعالیٰ جانتے ہیں۔ اور خدا کو منظم مقدس جانتے تھے۔ اور لوگوں کو ترغیب دیتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنے نفوس کے حقایق میں شروع ہوئے۔ بموجب اپنے عقول کے اپنے نفوس کو جانا۔ اب اس میں متردد ہوئے کہ تشریب ہے تشبیہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم اور احسان سے انبیاء کرام بھیجے۔ کہ ان کو شریعت حق تعالیٰ بتلائیں۔ جنہیں عقول کو کچھ فضل نہیں ہے۔ عقل کا اتنا کام ہے کہ ان کو قبول کرے۔ اور ایمان لاوے۔ اگر عقول بھی اپنے کام اور فکر میں مشغول ہوں۔ تو دوسرا انبیاء اور رسول کا بعث ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار ہو جائیگا اور عقل حاکم علی اللہ بنجائے گی۔ پس معلوم ہوا کہ ارسال رسول محبت اللہ ہے۔ علی عباد پر ظاہر ہوتی ہے۔ واسطے تفریق سعید اور شقی کے رسول کا کام فقط تبلیغ ہے۔ ایسا ہی ابلیس کا کام دوسرے چار اوصیاء اللہ کے کلام میں ہے۔

محمد

قبل از بیان مطلب تشریح و تحقیق لفظ مغفرت کی ضرور ہے۔ وفتح ہو کہ معنی مغفرت کے ڈھانچے نہیں۔ بخشنے کے جیسا کہ زبان عربیہ عام و خاص

کانتے۔ عربی میں حج غفر اوس جماعت کو کہتے ہیں۔ جو روئے زمین و
 روئے فرش کو گونا گونا گویا سے غفر کے معنی ڈھانکنے والا۔ جب معصوم
 و پاک از گناہ دعا کرتے۔ اللھم اغفر لی تو معنی یہ ہیں کہ خداوند مجھ کو
 ڈھانک لے تاکہ گناہ کا خیال میری طرف نہ آوے۔ اگر گناہ بگاڑ دے کہ
 اللھم اغفر لی تو یہ معنی ہیں کہ خداوند مجھ کو ڈھانک لے کہ گناہ کا
 عذاب دوبال میری طرف نہ آوے۔ پس لفظ ایک ہے۔ اور معنی جدا
 جدا ہر محل و موقع پر مناسب اوس موقع کے معنی مراد ہوتے ہیں انبیاء
 کرام اور اولیاء عظام جب مغفرت طلب کریں۔ تو یہ مراد ہے۔ کہ خداوند
 مجھ کو اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانک لے کہ خیال گناہ کا میری طرف نہ آوے
 یہ دعا کرنے کے مطالبہ معصومیت انبیاء کے نہیں عوام لوگ جب اس لفظ کو
 حدیث شریف میں یا قرآن مجید میں دیکھتے ہیں کہ انبیاء کرام نے اللھم
 اغفر لی کے ساتھ دعا مانگی۔ تو خیال کرتے ہیں کہ شاید انبیاء کرام گناہ بگاڑ
 میں۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ تو بلیے خیال نہ کریں۔ اور علماء سے معنی
 ایسے الفاظ کے معلوم کریں۔ تاکہ گف میں نہ پڑیں۔ **(تفسیر)** انبیاء
 انبیاء علیہ السلام کی عصمت میں انبیاء علیہ السلام ہر حرکت و سکون۔
 اور قول و فعل سے جو منقص ان کے مقام اکمل کا ہو معصوم ہیں۔ اس واسطے
 کہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے حضور خاص میں دائم مقیم ہیں۔ اوں کو
 عام مقام احسان کا حاصل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مقیم ہیں۔
 کبھی وہ اس کو دیکھتے ہیں۔ کبھی وہ انکو دیکھتا ہے۔ ان دو مقام سے
 خارج نہیں ہوتے۔ جو شخص اس مقام میں مقیم ہو۔ اس سے مخالفت
 باری تعالیٰ کی نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر کوئی مخالفت صورتی ہو۔ تو حقیقی
 نہیں۔ وہ دراصل موجب اطاعت و ترقی مراتب ہے۔ پس مقام احسان

کو انبیاء کی نسبت عصمت کہتے ہیں۔ اور اولیاء کی نسبت حفظ۔ اولیاء اس
 مقام سے کبھی خارج اور کبھی داخل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی دلی غایب نہ ہو اس
 مقام سے۔ تو وہ حکم ارشاد کے اور اتباع انبیاء کے ہے۔ کہ انکو اس مقام
 سے مدد ملی ہے۔ بمقتل نہیں۔ پس اول اقوال علماء متکلمین کے بیان
 کر کے پھر اقوال اصحاب کفایت کشف کے لکھے جاتے ہیں۔ اوستاد و مہتمم
 اسرارینی اور ابو الفتح شہرستانی اور تادمی جہاں اور شیخ تقی الدین سبکی
 کا قول ہے کہ انبیاء علیہم معصوم ہیں۔ کوئی صغیرہ سہواً ان سے صادر
 نہیں ہوتا۔ اور قطعا دین خدا میں کوئی خطا ان سے صادر نہیں ہوتی
 اور بعض ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ خاصہ انبیاء و رسلین کا ہے اور
 جو انبیاء کہ غیر رسل ہیں۔ اوں میں اختلاف ہے۔ یہ کلام ادب کی ہے
 اور حضرت شیخ فی الدین بدوعات میں فرماتے ہیں۔ کہ عصمت رسل کی
 جمیع احکام تبلیغ میں بشرط رسالت ہے۔ کہ بے احکام میں اُمت کو اتباع
 کا حکم ہے۔ بالضرورة یہ احکام و افعال معصوم از خطا ہونی چاہئے۔ اگر
 کوئی فعل ہو تو برائے بیان حجاز کے ہو گا امام حرمین فرماتے ہیں۔ کہ
 جس شخص سے وقوع صغیرہ انبیاء سے سہواً جائز رکھا ہے۔ تو اوس نے
 وہ صغیرہ مراد لیا جو دلالت خست و ذلت پر نہ کریں جیسے تطیف کبیل
 و وزن ہیں۔ مگر محدود و ایسی حرکت پر فی الفور تائب من اللہ ہوتی ہے حدیث
 شریف میں وارد ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزمرہ متردد سے یا از
 استغفار فرماتے تھے تو یہ استغفار واسطے ترقی مقامات کے ہے۔ یعنی
 جس مقام فطانی میں ترقی فرماتے تھے۔ پھر مقام اربع پیش آتا رابع
 سے استغفار فرماتے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ **اللَّهُ لِيُعَلِّمَ**
عَلِيَّ قُلُوبِي مَا سَعَى اللَّهُ لِي فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ الْكَلَامُ مِنْ سُبْحَانِ مَوْجِدِ

اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری دلالت خست و ذلت پر نہ کریں جیسے تطیف کبیل و وزن ہیں۔

یہی میرے دل پر غبار چھاتا ہے۔ تو میں رات و دن میں ۷۰ مرتبہ سے
 زیادہ استغفار کرتا ہوں۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ مڑا لیکن اعلیٰ و کبر
 سے یہ ہے کہ اپنی اُمت کے مخالفات جو بعد میں واقعہ ہونگے۔ مطالعہ کرو
 ہوں۔ تو اللہ سے اُمت کے واسطے استغفار کرتا ہوں۔ ایک جماعت
 علمائے اصول نے فرمایا کہ جو انبیاء و پیغمبروں میں وہ قطعاً معصوم ہیں اور
 جس جماعت سے خلاف کیا ہے۔ وہ بحضور رب العالمین انبیاء اس قول
 سے جحد کر رہے ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے بعد از نبوت ولائیت ہوئی ہے۔ پس ہم
 سے کوئی شخص ہے کہ نام و نوب انبیاء کا سمجھے۔ اور یہ مشہور بات ہے
 کہ حسنات الابرار سیئات القبرین ہیں۔ پس مقام ادب اس بات کا
 متقاضی ہے کہ جو چیز ہم سے مقام حجاب میں ہے۔ اس سے خاموش
 رہیں۔ اور جس کو خدا تعالیٰ نے عدل فرمایا۔ اس کی جرح کرنی موجب
 عذاب نہیں تو اور کیا ہے۔ شیخ ابوطاہر قزوینی نے باب بیسیواں کتاب
 سراج النور میں لکھا ہے۔ کہ واجب تہذیب انبیاء و ائمہ کی جو ہر ایک بات
 ہے جو ان کے خطایات میں شرح ہو کہ ہم کو ان کے افعال کا ذوق نہیں۔
 خدا نے انبیاء کو سابق علم میں واسطے نبوت اور اولیٰ رسالت کے مصلحتاً
 کیا۔ اور ابتدا سے حال سے ہر طرح ان کی پرورش اور حمایت اور مکاتیب شیطان
 اور صفائی سرا سر اذکر ورت اور شرح صدر واسطے نور سے اور زینت ساتھ
 اخلاق جمیلہ کے اور طہارت و جس رذائل سے فراموشی جیسا حدیث صحیح
 میں وارد ہے۔ کہ جبرائیل رحمہ اللہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
 اور حضرت ایام شباب میں کہ ان کو ان کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جبرائیل
 نے ان کو پیر کے سجھا ڈالا اور دل کو جبر کر اس سے ایک طبقہ سیال نکالا اور
 کہا۔ یہ آپ سے حضرت شیطان کا ہے پھر اس کو سونے کے طشت میں

آب زمزم سے دھو کر دل پر رکھ دیا پھر اوپر ہاتھ پھیرا۔ جسم مبارک
 سالم ہو گیا۔ یہ شوق صدر جبرائیل نے اپنے آئند سے کیا۔ درود نہیں ہوا۔
 اور نہ خون جاری ہوا۔ اندر کے پردے خود بخود ہٹ گئے جیسا کہ اللہ
 نے حضرت آدم کی بیٹھ سے مسیح کے ساتھ ذریات کو نکالا۔ کچھ الم خمس
 نہ ہوا۔ اور باعث توقیف عقول ضعیفہ کا اور وقوع اشتباہ کا ایسی باتوں
 میں فقط یہی سبب ہے۔ کہ اپنے عادات و ملکوفات سے خروج متعذر ہے
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ شہادۃ لک جہنم اور اس شوق صدر کے
 بعد ہوئے نفسانی اور شیطان کو حضرت کی طرف سبیل نہ ملا۔ شیخ عارف
 عبد العزیز درینی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نسبت انبیاء کی طرف ذنوب
 کہ جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں حرام ہے۔ اللہ نے جو کچھ ان کے حق میں کوئی
 معصیت یا خطیہ کا ذکر کیا۔ تو اس سے کسی ولی کو ذوق نہیں۔ وہ مقام
 عالی ہے۔ جب اولیاء کو کوئی ذوق نہیں ہے۔ تو ہم تو بالکل غرور میں ہیں۔
 وجہ حرمت کی یہ ہے کہ انبیاء معصوم ہیں۔ نہایت ان کی خطایہ ہوتی ہے
 کہ نظر بسوئے مباح یا ایسا لفظ جس میں راسخہ رعوت کا ہو۔ اور باطن اس کا
 علم و صلاح ہوگا۔ جیسا کہ قول ابراہیم علیہ السلام کا جب اپنی قوم پر الزام تھا
 کا فرمایا۔ بل قعدا کذب ہم هذا افا قتلوہم اور جیسا کہ نیز قول انکا انی یقیم
 جب ان لوگوں نے ہو و لبس کی طرف بلایا۔ عذر کیا کہ ساتھ ان کے شامل
 نہ ہوں۔ شیخ محی الدین عربی نے باب ۳۷۲ فتوحات میں لکھا ہے۔ واجب
 ہے تہذیب انبیاء کی خطا سے یہ ان طامات کبر نے انویات سے جو غیبت
 نے ان کی طرف منسوب کیں۔ جو نہ قرآن شریف میں ہیں۔ اور نہ حدیث
 صحیح میں۔ مفسرین نے بزرگمذہب خیال کیا کہ ہم خدا کی کلام کی تفسیر کر رہے
 ہیں۔ صرف صاف دروغ بولے اور بڑا گناہ اکبر اکبر کیا۔ جیسا کہ

یہ کیا نہیں
 خدا کی تعریف
 کا ہے بلکہ
 اس کی تہلیل
 ہے۔

مسئلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اومگو مفسرین نے کہا کہ شک واقع ہوا۔ اور نہ انہوں نے انکے کلام کی طرف خیال کیا کہ سخن اولیٰ بالشک من ابراہیم۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیاء موتی میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے چاہا تھا۔ احیاء موتی کے کئی وجہ و طرق ہیں۔ جیسا حضرت آدم کو مٹی سے بنایا اور حضرت عیسیٰ کو صرف ہوا پینے دم جبرئیل سے اور باقی مخلوقات کو مٹی سے اب دریافت طلب رہا۔ امر ہوا کہ وہ قیامت کو احیاء موتی کس طریق سے ہوگا۔ سوال اللہ تعالیٰ نے وجہ خاص بیان فرمائی۔ جس سے تسکین ہوئی۔ اور جان گئے کہ اس طرح احیاء موتی ہوگا کہ سوال انکا معرفت کیفیت کا تھا۔ نہ اصل احیاء میں کوئی شک تھا۔ اور ایسا ہی قول حضرت سلیمان کے قصہ میں ہے۔ اور ہاروت ماروت سے تقدیریں یہ قصہ یہودی کتابوں سے منقول ہوئے۔ جنہوں نے انبیاء و ملائکہ کی ہتک عزت کی۔ قرآن شریف و حدیث میں انکا نشان نہیں۔ ان مفسرین کے قصوں منقولہ یہود سے عوام کو بد اعتقاد کر دیا۔ جب مسلمان و انبیاء کا یہ حال ہے۔ تو ہم کس شمار میں ہیں۔ واعظ کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محافطت انبیاء و ملائکہ میں رکھے۔ اول اللہ سے حیار کرے۔ اور طامات (غویات) وعظ میں لاوے۔ جیسا کہ خدا کی ذات کا فکر اور مقامات انبیاء میں کلام نہ کرے۔ اگر کوئی دوست انبیاء کا ہو۔ تو وہ بھی اسطورہ پر بیان کرے۔ کہ اذیان عوام کے قیاس عوام نفوس خود پر انبیاء نہ کریں۔ بلکہ ان کی تناء خوانی چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی تناء خوانی فرمائی۔ اور جمیع خلقت سے برگزیدہ فرمایا۔ عوام اسلام میں یہودیوں سے اغلاط نقل کر کے تفسیر کلام اللہ نام رکھا۔

حضرت داؤد کے قصہ میں بیان کرتے ہیں۔ کہ داؤد علیہ السلام نے اور یاکو بیوی کو دیکھا۔ اور پسند آئی۔ اور اوریا کو کسی جنگ میں بھیجا۔ کہ مر جائے۔ اور بیوی کو آپ لیں۔ اور قصہ یوسف ہم میں لکھا کہ انہوں نے ارادہ مصیبت کا کیا۔ اور قصہ قوم لوط میں لکھتے ہیں کہ ان بی بی یکتہ قوتہ آوا و حی رکی ما کن شیئاً وہ عاجز تھے۔ اور مفسر نادیل خاصہ شدہ اور احادیث و تفسیر پر اعتماد کر کے کہتے ہیں۔ وہ کتاب و بیہتان بولتے ہیں۔ اللہ پناہ دے۔ جو واعظ اپنی مجلس میں ایسی بات کہے۔ اللہ تعالیٰ اور انبیاء و ملائکہ اسکو مکروہ جانتے ہیں۔ کیونکہ اُس نے یہی وعظ و ہتیز اور تکیہ و ہتیز واسطے کفر اور انکار اس شخص کے بنایا۔ کہ جس کے دل میں ذبح تھا۔ کہ اس وعظ کے ذریعہ سے وہ مرتکب معاصی کا ہوگا۔ اور حجت پکڑے گا۔ کہ جب انبیاء کرام ایسے مرتبہ میں واقع ہوئے۔ تو ہم کون ہیں۔ یہ سارا فساد اس واعظ امت کے باعث ہوا۔ اور سارا وبال اس کے سر پر ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ لا تقوم الساعة حتی یصل الشیطان علی کرسی الوعظ و یوعظ الناس و ھولاء من جنود الذین یتقل موازنہ یعنی قیامت قائم نہ ہوگی۔ یہاں تک شیطان کرسی وعظ پر سچک لوگوں کو وعظ سکے گا۔ اور یہ لوگ اُس کے جنود سے ہیں۔ وہ لشکر جو شیطان کی لائیں ڈوری ہے۔ (سوال) مابین عصمت و حفظ کے کیا فرق ہے۔ (جواب) انبیاء اہم مباح سے معصوم ہیں۔ فعل مباح ہونے نفسانی سے۔ اور اولیا غیر معصوم ہیں۔ جب انبیاء کوئی امر مباح کریں۔ تو وہ نفسانی سے نہیں ہوتا۔ اور اولیا کریں تو ممکن ہے۔ اور فعل مباح کا انبیاء سے علی وجہ التشریح یعنی او سہر واجب ہے۔ کہ مباح

کہ اس ارادہ پر کریں۔ کہ لوگوں پر جو ان اس کا ثابت ہو جائے +
 تذکرہ جوابات ان افعال کا جو انبیاء کرام سے صادر ہوئے۔ اور
 بظاہر خلاف امر معروض ہوئے ہیں۔ جواب اول حضرت آدم علیہ السلام
 نے ناسخ باب توہ میں۔ اکل شجر حتمی عنہم کہ ان سے وقوع میں
 آیا۔ صورت مصیبت کی تھی۔ اور عرض یہ تھی۔ کہ اولاد کو تعلیم کرتے
 جب منہی عنہ واقع ہوں۔ تو کیا کریں۔ یعنی توہ کریں۔ شیخ ابن عربی
 نے باب ۹ کے فتوحات میں لکھا ہے۔ کہ مصیبت آدم علیہ السلام
 کی عین نعمت اللہ ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہ السلام ہر حال اسفل سے
 متعلیٰ ہوئے۔ اعلیٰ ہوئے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو جنتی و مصطفیٰ
 سابقہ عنایت میں مقرر کیا۔ ان کے حق میں کراہی کہی نہیں ہو سکتا۔
 اور ہبوط آدم و حوا کا بوسے زمین عقوبت نہیں۔ اور عقوبت
 صرف ابلیس کے واسطے ہے۔ اجماع آدم پر اسے تصدیق و عذاب
 کے ہے۔ کہ اللہ نے خلیفہ فی الارض فرمایا تھا۔ پس یہ توبہ کے اور اعتبار
 اور ترقی کلمات من ربہ و اعتراف ظہور میں آیا۔ خلافت ظاہر ہوئے
 اور اعتراف آدم مقابلہ انکار ابلیس کے تھا۔ کہ اس نے انا خیر عند ربی
 کہا تھا۔ تو حق تعالیٰ نے مقام اعتراف عند اللہ مع نتیجہ سعادت
 کے ظاہر فرمایا تھا۔ کہ واضح ہو۔ طہریق تعلیم کا برائے اولاد آدم
 واضح ہو کہ جب مخالفت میں پر میں۔ تو صورت خلاصی کی یہ ہے۔
 اور ابلیس کے ساتھ یہ تبدیل ظاہر ہوا۔ کہ جو دعویٰ میں پرے
 وہ دربار اللہ سے مردود ہوتا ہے۔ اسی سبب سے ہبوط ابلیس
 عقوبت ہے۔ اور ہبوط آدم ترقی کی ابلیس نے زمین میں کتاب
 اوزار کیا۔ اور آدم نے خلافت ترقی و درجات پائی۔ کیونکہ جتنے

لے نہایت
 حاکم

جمع جنات اولاد کے اولیٰ کے صحیفہ میں ہیں۔ اوزار نہیں +
 (سوال) مصیبت ابلیس کی مقتضی تائبہ تفاوت نہیں۔ کیونکہ
 وہ مشرک باللہ نہیں۔ حضرت آدم پر اس نے افتخار اس واسطے کیا کہ طیب
 اس کی باری ہے۔ اور وہ ناراض ابلیس اسم اللہ تو ہے۔ بسبب
 مشابہت روشنی کے جو میں ہیں نہیں۔ (جواب) تفاوت ابلیس
 اعتراض اللہ پر کرنے سے پیدا ہوئی اور نسبت افعال باری کو
 نبوت غیر حاکم کے اعتبار اس اعتقاد کا داعی ہے۔ یعنی اید الہاب
 تک رہے۔ تو اضلال اعداء الناس بالکو شوائس کرتا ہے گا۔
 جدا مناسب فعل کے اور نیت کے مقرر ہوئی۔ اور جتنے مشرکین
 کے میں۔ سب کا مشاوری ہے۔ شیخ ابو حنین نے فرمایا۔
 کہ اہل جنت و نار کو خلوص یہ سزا ہے۔ نیات ہے۔ ورنہ عدل تو
 یہ ہے۔ کہ کفار بعد از موت عصفیان عذاب ہو۔ ابلیس نے جب ہر
 کفار سے کیا اور کہا اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ مَا رَبِّ الْعَالَمِیْنَ تو اس طرح
 سے سعید بنایا نہیں +

(جواب) یہ توجہ نہیں۔ کیونکہ جبکہ ابلیس موسوس قوٰل
 تصور شرک کا دل میں نہ کرنے تو کافر کے دل میں دوسوہ نہیں
 کر سکتا۔ پس جب صورت شرک کی اس کے دل میں پیدا ہوتی رہی۔
 تو توجہ دور رہا۔ اور یہ فی نفسہ مشرک بنا صفت شرک کی۔ اگر اس کے
 سینہ سے جاتی رہے۔ تو شرک کے دل میں شرک کہاں سے ہو۔ اول
 مشرک باللہ ابلیس اول ہو بعد شرک ابلیس پس وہ اشقی العالمین ہے۔
 (سوال) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے حق میں فرمایا عصی آدم
 ابلیس کے حق میں فرمایا۔ آئی۔ پس فرق مابین ابلیس و عصیان کے کیا ہے

بہت
 حاکم

(جواب) عیسیٰ بعد تسلیم ایمان کے واقع ہوا ہے۔ اور اب اسے عدم تسلیم کا نام ہے۔ عیسیٰ سے تعظیم امر کی معلوم ہوتا ہے۔ اور اب اسے تحقیر امر کی۔

(سوال) ایلیس کو شراعی بنیاد سے کوئی شے فراموش ہوئی ہے یا نہیں؟

(جو اب) سب شریع انبیاء کا پورا پورا واقف ہے۔ تاکہ لوگوں کو اس قدر وسوسہ ڈالے۔ جیسے احکام شریع کے ہیں۔ اگر علم جمیع شریع کے ساتھ نہ ہوتا تو ایسے وسوسے ڈالتا جو آپ خود اس میں جاہل ہوتا۔ لوگوں کو وہی وسوسہ ڈالا جو پیغمبروں پر نازل ہوا۔ تب اسکا وسوسہ مطابق شریعت مجہولہ کے ہو جاتا ہے۔ تو وہ خلاف شریعت کہہ دیتا۔ حالانکہ جتنے وسوسہ اس کے ہیں وہ خلاف شریعت ہیں پس علم شریع انبیاء اس کو اس واسطے دیا گیا۔ تاکہ اسکے برخلاف وسوسہ ڈالے۔ شیخ نے باب الحج میں لکھا ہے۔ ابلیس ہر سال عرفات کے قریب وادی اژدہ میں کھڑا ہوتا ہے۔ عرفہ میں نہیں کھڑا ہوتا۔ جو مورد رحمت کا ہے۔ ماسوا اس کے آدمی کے ساتھ ہر ساعت رہتا ہے۔ اور دیکھتا ہے۔ اور حسرت و حسد کرتا ہے۔ کہ اہل موقف پر کس قدر مغفرت عام نازل ہو رہی ہے۔ اور وادی اژدہ عرفات کا ٹکڑا ہے۔ وہاں اس امیر پر کھڑا ہوتا ہے۔ کہ شاید رحمت و مغفرت سے حصہ ملے۔ نہ رحمت احوال صالحہ سے جو رحیمہ ہے۔ بلکہ ابلیس کو اژدہ سے مرجوم و مظلوم نہ نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ اس کو معرفت اللہ کی ہے۔ اور دخول مشرکین کا مساجد میں فی الجملہ جائز ہے۔

(سوال) حضرت آدم علیہ السلام کا شجرہ کھانا اور پھر زمین کی طرف

نازل ہونا جو دربار الہی جنت سے دور ہے، کیا سبب ہے۔

(جواب) شیخ نے باب ۳۹ میں لکھا ہے۔ کہ سبب اس کا یہ ہے کہ علماء اولیا۔ اگر کسی ذلت میں واقع ہو جائیں۔ تو اونکو ایس ہونا چاہئے۔ اگرچہ وہ خیال کرتے ہیں کہ مقام عالمی سے اسخط واقع ہوا۔ اور اسوقت اللہ کے نزدیک ناقص ہوئے۔ اس واقع آدم سے خیال کریں۔ کہ یہ اسخط جو دل میں پائے ہیں موجب شقا و عکا نہیں ہے۔ یہ مشابہ صبوط آدم کی ہے۔ واسطے تکریم کے واقع ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی مکان میں تعین و مسکن نہیں کہ بعد جنت سے بعد خدا کا ہو۔ بلکہ علوی و سفلی سب دربار الہی ہیں۔ یعنی جنت و زمین آسمان زمین سے قرب ہوئے خدا نہیں۔ پس صبوط ولی اللہ کچشم مردمان بعد ذلت و انکسار عین ترقی الی اللہ ہے۔ اس ذلت سے منتقل ہوسئے تمام اعلیٰ ہوتا ہے۔ کیونکہ علو و ترقی ولی کی بربادتی معرفت و الحال ہوتی ہے۔ اور اس ولی کو بحصول ذلت و انکسار علم و معرفت حاصل ہوا۔ جو پہلے اس کو حاصل نہیں ہوا۔ یہ میں ترقی ہے۔ پس جو شخص اس حالت ذلت و انکسار کا۔ فاقدرت ہے وہ اسفل السافلین میں ہے۔ اور یہ کلام اُن اہل اللہ کے حق میں ہے جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَمَّا رَٰهُمْ وَاَعْلٰی مَا فَعَلُوْا حَضَرَ عَلٰمُ لَیْ فَرٰیہ۔ اَللّٰہُ صَبْرٌ وَبِشَیْءٍ اَوْہٰی تُوہ ہے۔ حضرت بایزید کو کسی نے کہا کہ عارف عیسان کرتا ہے۔ جواب دیا وَکَانَ اَصْحٰی اللّٰہِ قَدْ مَرَّ مَقْدُوْمًا۔ اور یہ نہ فرمایا۔ یَعْنٰی وَلَا یَعْصٰی وَاَسْلَمَ اَوْب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اور معنی وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدْرًا مُّقْدُوْرًا کے یہ ہیں۔ کہ مصیبت اہل اللہ کی بمقتضائے تقدیر نافذ ہے اور یہ نہیں

عبدالغنی خان صاحب
پیر پور اراک نے
عقلمند چاکر
اکبر خاں صاحب
نقد پرغز
سے کام کیا
چراغیں بجی

کہا جاتا۔ ان کے حق میں کہ اپنی شہوت سے سماعی میں واقع ہوئے ہیں۔ جیسے عوام۔ کیونکہ یہ وقوع بالشہوات۔ اس میں اتحاک (پرہیزی) حرمت اللہ کی ہے۔ اور اہل اللہ شہوت مباحہ تکلیف اللہ صافی سے محفوظ ہیں۔ کیونکہ ایمان مکتوب فی القلوب انکو اس سے مانع ہے۔ سید علی خواص فرماتے تھے۔ کہ حکمت و تفرغ عبد فی الخلق یہ ہے۔ کہ مقام غار بالطاعات و محب بالعبادات ہو کیونکہ تراش طاعات و عبادات لیاؤ نہا را باعث عجب کا ہوتا ہے اور شہود اسباب کا ہوتا ہے۔ انما خیر من الناس تو یہ شہود و محب در بار الہی سے نہایت بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ عبادات تکلیف برائے تزلزل نفوس کے مقرر کئے ہیں۔ کہ مکلف اپنے نفس کو خلق اللہ پر مشرف نہ جائے۔ کیونکہ یہ گناہ الجبسی ہے کہ جس کے سبب سے حضرت اللہ سے نکال لگیا۔ جو شخص دعوت کرے قرب الہی کا مع عدم الاذلال وہ کا ذنب ہے۔

(سوال) حدیث میں وارد ہے کہ آدم رحم نے جب شجرہ کھایا۔ تو بدن آپ کا سیاہ ہو گیا۔ ظاہر اس سے یہی ہے۔ کہ معصیت نے ان میں تاثیر کی۔ (جواب) یہ ہے سواد بدن علامت نقصان کی نہیں۔ بلکہ یہ علامت حصول سیادت کی ہے۔ جیسا شیخ نے باب ۲۲ میں لکھا ہے۔ اس حدیث پر نزول الحجر لاسود من الجنة و ہوا شد بياض من الجن فساد خطایا بنی آدم۔ فرمایا کہ سیاہی بدن آدم علامت سیادت پر کرتا ہے کہ اس نکتہ نے اعتبار اصطفاہ سدا کا۔ مگر یہ اکل واقع ہوتا سیادت واقع نہ ہوتی۔ ایسا ہی حجر سے جب جنت سے خارج ہوا۔ تو سفید تھا۔ آخر آپر چاہئے تقاضا سے

سیادت اس کی وارد دنیا میں معروف ہو۔ جب جنت میں جاوے سرور ہی لیا جاوے۔ اور اپنے اقرب بر فضیلت پاوے۔ اور متمیز ہو اور خلعت تقریب الہی کی زمین کے اندر ہمیں اللہ بنائے میں حاصل ہو۔ جہاں میں نشان سیادت کا سوائے سیاہ رنگ کے کوئی نہیں اور اسکو لباس اسود عطا ہوا تاکہ ہم کو معلوم ہو کہ حجر اسود نے جنت سے جہنم میں اگر یہ درجہ پایا۔ عبد الوہاب شہرانی کہتے ہیں۔ شاید یہی بات ہے کہ کعبہ شریف کا پردہ سیاہ ہے۔ اور خلفاء بنی عباس وغیرہ کے عمامے سیاہ تھے۔ یہی بھید تھا۔ کہ حضرت صلعم نے یوم فتح کے عمامہ سیاہ باندھا تھا۔ برائے اظہار سیادت علی الخلق ان باب تحدیث بالنبیہ معلوم ہوا کہ معنی حدیث کے فسودتہ خطایا بنی آدم کے یہ ہیں کہ بنی آدم کے بوسہ نے اسکو سردار بنایا۔ اور ایسا ہی سواد جلیل حضرت آدم علیہ السلام دلالت سیادت کرتا ہے۔ کہ صیوط انکار زمین پر صیوط خلافت تھا۔ برائے تناسل و ترقی۔

(سوال) وجہ جامع مابین سواد حجر و جلیل آدم و اولاد آدم کیا ہے۔ (جواب) اعتبار و سیادت ہے۔ تقبیل حجر مشابہ اعتبار و صیوط آدم و اولاد آدم کے ہے۔ سبب خطایا کے۔

(سوال) اس حجر کی طرف سجدہ کا حکم کیوں ہوا اور تقبیل اس کی اور تبرک سے اس کے کیوں ہوا۔

(جواب) اس واسطے ہے تاکہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو۔ سواد اس کی سیادت ظاہر ہو۔ اور اس کو ایک امتیاز حاصل ہو۔ جیسا آدم و جودیت سے سردار کو امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ اور جو آداب سردار کے بجالائے اس کے گناہ معاف اور جو نہ بجالائے وہ عاصی۔ کیونکہ بنی آدم

اپنی صورت پر نابور کرتے ہیں۔ اور اپنے اخلاق و کمالات پر جو اللہ نے خلعت ڈالی اپنے ماسوا پر تکبر کرتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ نے انکو حکم پہنچا کہ طرف سجدہ کا کیا۔ باوجود وہ پتھر رتبہ میں ہم سے نقص ہے۔ پس بعض بنی آدم نے اللہ کا حکم مان لیا۔ اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور بعض نے نہ مانا ان پر اللہ ناراض ہوا +

(سوال) بزرگوں نے کہا ہے حصول معرفت اللہ بندہ کو وقوع معصیت سے منع ہے۔ اور آدم علیہ السلام رئیس العارفين تھے۔ یہ اکل شجرہ ان سے کیسا واقع ہوا +

(جواب) شیخ نے باب ۲۰ میں لکھا ہے کہ معرفت عارف کو منع کرتی ہے۔ مگر ارادہ اللہ تعالیٰ کا جب کسی اکابر کو کسی حکمت کی واسطے تقدیر میں ڈالنا چاہتا ہے۔ تو لابد وہ کام اس کے سامنے کسی تاویل کیسے مزین کر کے دکھلایا جاتا ہے۔ جس تاویل سے وہ واقع ہو۔ اس کے ارادہ میں ہتک حرمت باری تعالیٰ کی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ واقع حضرت آدم علیہ السلام کا ہے۔ پھر جب یہ مغرب اس تاویل میں معصیت پہنچا واقع ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فساد تاویل ظاہر کر دیتا ہے۔ جب اس کو بعد وقوع کے ثابت ہوتا ہے کہ تاویل اس کی خطا تھی۔ یقین کر لے کہ اس نے عصیان کیا۔ پس اسے اللہ شرع اور حکم کرتی ہے۔ عیسیٰ اور وہ بہت نفس پر شہادت دیتا ہے۔ کہ نفس نے عصیان کیا۔ مگر محالبت وقوع فعل پر اطلاع اوسکو نہیں تھی۔ کیونکہ شہادت کا اس کو بخلاف میں ڈالنا والا تھا۔ جیسا کہ مجتہد عالم فتوے دیتے وقت پر اعتقاد کرتا ہے۔ کہ عین حکم مشروع ہے۔ اور دوسرے وہی نہیں سے معلوم کرتا ہے۔ کہ یہ خطا تھی۔ پس لسان ظاہر پر حکم ظاہر کا کرتی ہے۔

عند ظهور الدلیل لا قبل لأولئك +

(سوال) گناہ پر عقوبت عارفین کی ارشد ہے۔ یا عقوبت جاہلین کی + (جواب) عقوبت عارفین کی ارشد ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی عنایت ان کے ساتھ بہت ہے۔ ایسا اوقات ایک لغزش عارف کی ستر لغزش جاہل سے زیادہ ہوتی ہے۔ اگر عارف کو عقوبت نہ بھی ہو مگر جہالت کا فیض۔ بلکہ یہ جہالت عارف پر عقوبت ظاہر سے زیادہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ مغفرت عقوبت سے ان پر ارشد ہے۔ کیونکہ عقوبت جزا ہے۔ جب بندہ جزا پا چکا ہے۔ تو دوسری رحمت پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں عارف ہمیشہ جہالت و جہا میں رہتا ہے۔ یہ عقوبت شدیدہ منقہ سے ارشد ہے جہالت و جہا میں ہمیشہ رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقُلْحِ اسی سبب سے جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ عنایت کرتا ہے۔ اور اس کا گناہ بخش دیتا ہے۔ تو درمیان بندہ کے اور ذکر گناہ کے حجاب ڈال دیتا ہے۔ اور اوسکو گناہ فراموش کرا دیتا ہے۔ کہ اگر گناہ کا خیال کر لیا۔ تو کیا کر لیا۔ اور نفوس ظاہرہ و شریعہ پر اس سے بڑھ کر عذاب نہیں۔ گناہگار کو انعام دیا جائے حتیٰ کہ صاحب حیا دوست رکھتا ہے کہ تم کہیں شیطان نہ گویا ہوتا ہے۔ جیسا کہ (حضرت مریم) سے مقول ہے۔ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًّا نَسِيًّا۔ باوجودیکہ جہا اسکو خلق سے تھا۔ جب اوسکی طرف نسبت نالایق کرنے لگے۔ جس سے مال باب اس کے بھی تھے۔ جیسا فرمایا ما کان ابوک امر صوبہ و ما کان امک بغیا۔ تو اللہ نے اس کا لہ کو اس نسبت نالایق سے بری کیا۔ جو عذاب جہا کا قوم سے پایا۔ پس حیارب العلمین کا کیسا عذاب ہو گا۔ جو بندہ کو حقیقت تمدنی حدود سے اور مجاہد معاصی سے حاصل ہوتا ہے (سوال) بجا لیکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو گناہ پہلادیکو

عقوبت عارفین کی ارشد ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی عنایت ان کے ساتھ بہت ہے۔ ایسا اوقات ایک لغزش عارف کی ستر لغزش جاہل سے زیادہ ہوتی ہے۔ اگر عارف کو عقوبت نہ بھی ہو مگر جہالت کا فیض۔ بلکہ یہ جہالت عارف پر عقوبت ظاہر سے زیادہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ مغفرت عقوبت سے ان پر ارشد ہے۔ کیونکہ عقوبت جزا ہے۔ جب بندہ جزا پا چکا ہے۔ تو دوسری رحمت پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں عارف ہمیشہ جہالت و جہا میں رہتا ہے۔ یہ عقوبت شدیدہ منقہ سے ارشد ہے جہالت و جہا میں ہمیشہ رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقُلْحِ اسی سبب سے جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ عنایت کرتا ہے۔ اور اس کا گناہ بخش دیتا ہے۔ تو درمیان بندہ کے اور ذکر گناہ کے حجاب ڈال دیتا ہے۔ اور اوسکو گناہ فراموش کرا دیتا ہے۔ کہ اگر گناہ کا خیال کر لیا۔ تو کیا کر لیا۔ اور نفوس ظاہرہ و شریعہ پر اس سے بڑھ کر عذاب نہیں۔ گناہگار کو انعام دیا جائے حتیٰ کہ صاحب حیا دوست رکھتا ہے کہ تم کہیں شیطان نہ گویا ہوتا ہے۔ جیسا کہ (حضرت مریم) سے مقول ہے۔ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًّا نَسِيًّا۔ باوجودیکہ جہا اسکو خلق سے تھا۔ جب اوسکی طرف نسبت نالایق کرنے لگے۔ جس سے مال باب اس کے بھی تھے۔ جیسا فرمایا ما کان ابوک امر صوبہ و ما کان امک بغیا۔ تو اللہ نے اس کا لہ کو اس نسبت نالایق سے بری کیا۔ جو عذاب جہا کا قوم سے پایا۔ پس حیارب العلمین کا کیسا عذاب ہو گا۔ جو بندہ کو حقیقت تمدنی حدود سے اور مجاہد معاصی سے حاصل ہوتا ہے (سوال) بجا لیکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو گناہ پہلادیکو

کہ وہ گناہ حسنات کے ساتھ تبدیل کر دیے۔ جیسا اشارہ فرمایا۔ قولہ تعالیٰ
 فَاُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔ (پس وہ لوگ ہیں انکی بدیہوں کو اچھے
 (الحو اب) یہ بات لازم نہیں پر بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ بندہ کی
 ذمہ داری ذنوب میں بالکل منتقلی عظم ہے۔ از جانب باری تعالیٰ کہ ذات
 ایک سیئات بندہ کو حسنات کے ساتھ تبدیل فرماتا ہے۔ کہ عبادت تبدیل
 کی بجاں ذنوب کا ہے۔ یہ بات اس طرح ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ ذنوب کو
 حسنات کے ساتھ بدل دیتا ہے۔ تو بندہ کے دل میں صورت ذنوب کی نہیں
 رہتی۔ اور وجود و حوادث اربعہ سے نہیں رہتا۔ ایک وجود فطری دوم کتب
 سوم خیالی۔ چہارم وجود خارجی۔ نوید اسکا قول بعض ماریفین کا ہے۔
 کل ذنوب لمریدین حب من دهن الانسان فليصل له ثوبه جديداً یعنی
 جو گناہ بندہ کے ذہن سے بھاوے اسکی توبہ جدیدہ کرے۔ کیونکہ وہ اب ہمک
 تبدیل الحسنات نہیں ہوتا ہے۔ چاہے کہ استغفار بہت کرے۔ جبکہ بندہ
 وَلِلّٰهِ مَا خَلَقَ الْاَنَامُ عِزِّمُ خِدَائِهِمْ اَمِ عِزِّمُ كَيْفَ لَمْ يَخْلُقْهُمْ لِيَعْلَمَ اَنَّهُمْ
 عبد الواب شعرائی نے فرماتے ہیں کہ میں نے سیدی علی خواصی رحمہ سے سنا کہ
 فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ خواص اولیا کو ذنوب بھلا دیتا ہے۔ رحمۃ بہم۔ کیونکہ
 بندہ جب اپنے گناہ یاد کرتا ہے۔ تو درمیان اپنے ذنوب کے صورت قبیح بناتا
 ہے۔ وہ صورت حکم تبدیل کا کرتی ہے۔ لہذا قالو ذکر الجہاد فی وقت الصفا
 جفا اور اخی افضل الدین نے فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت صلعم
 پر نازل فرمایا۔ لِيُفْضِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقْدَرُ مِنْ ذُنُوبِكَ وَمَا تَخْشَىٰ ذَنْبًا
 ذکر ذنوب کا آپ پر اسد تھا۔ اور ذنوب برائے صفا حضور کے کہ جن
 حضور میں تھے۔ کہ اشغال اور ذنوب کو تصور نہیں کر سکتے۔ جیسا گذر
 کیونکہ وہ ذنوب میں منظر مقامات مطالبہ کے از باب حسنات ابراہیم علیہ السلام

جیسا کہ روایت ہے کہ ایک عارف ایک دیوار کے پاس گزرا۔ تو
 وہاں روئے لگا کسی نے کہا کہ باعث اس کام کا کیا ہے۔ بولا کہ بلا اجازت
 مالک کے اس دیوار سے تمیم کیا تھا۔ اور یہ ایسا ذنب ہے کہ جیسے کوئی
 نہیں روتا۔ عارفان اہل زمان سے اگر چہ جانش کاہلی سے ہو۔ اور
 قدوة الصالحین شیخ محی الدین قدس سرہ نے باب ۲ فتوحات میں فرمایا
 کہ جب سے تورا تعالیٰ نازل ہوا۔ لِيُفْضِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقْدَرُ مِنْ ذُنُوبِكَ
 مِمَّا تَخْشَىٰ اور حضرت صلعم ذکر ذنوب سے متاثر ہوئے پس جبرائیل علیہ السلام
 انزل بعد سولے صورت وحید کلبی وحی کے نازل ہوئے۔ اور قبل نزول
 اس آیت کے مختلف صور میں نازل ہوتے تھے۔ اور وحید کلبی اجمل
 سہل الزمان۔ پس گویا حق تعالیٰ بجاں حال حضرت صلعم کو فرماتا ہے کہ میں
 میرے ویرے صورت حسن جمال کی ہے۔ کیونکہ میری حسیب ہیں۔ اور آداب
 ملک بھی یہ ہے۔ کہ وزیر کو مناسب ہے کہ کسی میں کوئی عیب کی
 صورت نہ ہو۔ نہ جذام ہو نہ برص نہ چھو نہ تھو نہ جھپ۔ اور یہ کہ کوئی عیب
 والا حضور بادشاہ میں نہ جاوے۔ بلکہ صاحبان مرض و عرج و اہل جوں
 لکی جا بلا حضور بادشاہ امر خود ادائے و اجرائے کر دیا کریں کہ ایسا معیوب
 دربار سلطانی میں نہ آوے۔ اور کمال وحید کلبی آخر کا یہ تھا کہ کوئی حامل عرش
 او سکود بھیتی تو محل اسکا سا قط ہو جاتا تھا۔ کہ وہ اپنے دل میں شہود اس
 صورت حسن کا پائے۔ اور وہ حاملہ حضرت صلعم کو دیکھتی تو اسقاط نہیں ہوتا
 تھا۔ باوجود کہ حضرت صلعم وحید کلبی سے اجمل تھے۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت صلعم
 دیکھنا مشروع تھا۔ حرام و مکروہ نہیں۔ اس مشاہدہ میں شہوت کا
 نام نہیں تھا۔ اور کل آدمی حضرت صلعم کی زیارت کے مامور ہیں۔
 پس حق سے جمال حضرت صلعم کا حقیقی کر دیا۔ اکثر آدمیوں سے بڑھی حیرت

و شفقت پر خلق پر خلاف وجہ کلی ہے کہ اونکے دیدار کا کوئی نامور
 نہ تھا۔ (سوال) تبدیل سنیات کی جنات کے ساتھ کس طرح ہوتی
 ہے۔ کیا معصیت صحیفہ میں جحد مکتوب ہوتی ہے۔ یا بندہ بعد از گناہ
 نیکی کرنے لگتا ہے۔ (جواب) بعض کاملوں نے فرمایا کہ صحیفہ میں ہم
 برہمی کا نحو کر کے نام نہ نہ کا وجہ ہوتا ہے۔ اگر معصیت کبیرہ ہے تو سچا
 اور سچے حسنہ کبیرہ مثبت ہوتی ہے۔ اگر صغیرہ ہے تو سچا ہے اور سچے حسنہ
 صغیرہ مرقوم ہوتی ہے۔ بندہ پورے عینیت اللہ کی جگہ اور اللہ حق جبار
 کو لڑائی و نزویہ چکھا کر جواب آخر وہی ہی کہنا لا عنایت فرماتا ہے۔ پس
 جب اللہ تعالیٰ عارف سنیات تبدیل جنات کرتا ہے۔ یہ بڑی عینیت
 عنایت کی بات ہے۔ (سوال) پہلا یہ بھی ممکن کہ خواص میں سے
 کوئی باوجود کشف کے عصیان کرے۔ جب کون محفوظ میں دیکھتے کرتے ہیں
 میرے حق میں ایسی ہے۔ (جواب) یہ بات عارف صاحب کشف کے
 واسطے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کشف قلبی تمام حضرت احسان میں ہے۔
 (یعنی گناہے حق او سکود بچتا ہے۔ گاہے وہ حق کو دیکھتا ہے) اور اگر مقتدر ہو
 کہ وہ عصیان کریگا۔ اور مطابق تقدیر کے عصیان کریگا۔ تو حق تعالیٰ
 ناراض ہوگا اور غفلت میں۔ (سوال) قبل اسکے قول باریہ سبطانی
 قدس سرہ کا منقول ہوا۔ کہ جب اون سے پوچھا گیا کہ کوئی عارف عصیان
 کرتا ہے۔ تو فرمایا و کان امر اللہ قدراً مقبلاً و قراً۔

۲ میں اس کلام سے معام ہوا کہ وقوع عارف معاصی میں ممکن
 و جائز ہے۔ (جواب) یہ بات ایسی ہی ہے۔ سو ولی کے حق میں
 جائز ہے کہ بعد از اس کا فرمودہ جاوے۔ پس معاصی اسلامیہ کا تو کدو
 ہے جیسا کہ ابلیس سے واقع ہوا کہ وہ بعد معرفت کے معاصی ہوا پس الہی

قدس سرہ سے جواز و عدم اس کا اوجہ مع اللہ تعالیٰ کیا ہے۔ بلکہ کسی امر کا
 حکم معین نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دربار الہی کا ادب مقتضی سکوت کا ہے۔
 پس اگر مقتدر ہے تو واقع ہو دیکھا۔ لیکن مع العیاب یا نرین یا نادل
 یا عقلت یا سہو کے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اذا ادوا اللہ
 تعالیٰ افادہ قضائہ و قدس سلب ذوی العقول مقولہم الحدیث۔
 یعنی جب حق تعالیٰ اپنی قضا اور قدر کو جاری کرتا ہے۔ تو ماعقول کی عقل
 سلب کر لیتا ہے۔ کہ عقول ذکرہ جو حق تعالیٰ کے سامنے ہیں۔ وقت عصیان
 کے غافل ہو جاتے ہیں۔ اور عقول تکلیف کے بقی رہتے ہیں۔ کیونکہ دائرہ
 تکلیف کی یہ عقول ہیں۔ نہ وہ یاد رہے کہ سلب عقول کے نقطہ سے
 غافل ہیں نہ پڑنا۔ واللہ اعلم۔ (سوال) حق تعالیٰ نے فرمایا۔ ان
 عبادی الیس علیہم سلطان اور آدم علیہ السلام مجاہد گناہ خاص
 کے میں قطعاً الیس لعین باعث الگہ شجرہ کا کس طرح ہوا۔ (جواب)
 ابلیس لعین آدم علیہ السلام کے پاس باب معصیت سے نہیں آیا تھا بلکہ
 لعین نے فریب دیا تھا کہ اوس نے قسم کھائی کہ وہ ناصح ہے۔ تو سر اوس
 یہ دیکھ کر دیا کہ حق نے نہی نہ قرب شجرہ سے فرمائی ہے۔ نہ کہ اکل شجرہ حرام ہے
 غیر ایزہ کہ صورت منہی سے نہیں لایا۔ بلکہ صورت میل کی لایا۔ بیان اسکا
 یہ ہے کہ ابلیس جب صورت عصمت و حفظ کی دیکھتا ہے۔ کہ یہ صورت
 محیط اس بندہ کی ہے تو انسان کی صورت میں متحمل ہوا کرتا ہے۔ سو وہ
 ولی خیال کرتا ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ ابلیس جب اغوا عبد کا ارادہ
 کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ عصمت یا حفظ کا پردہ اوپر محیط ہے۔ تو انسان
 کی صورت میں اوس کے سامنے پیش آتا ہے۔ وہ ولی خیال کرتا ہے۔
 کہ یہ آدمی ہے شیطان نہیں۔ اور کان کی طرف سے اوس کو اغوا کرتا ہے۔

تو جو چیز اور ہر ممنوع حرام ہے۔ اُسکی تاویل پیش کرتا ہے۔ اولیٰ آیات
 ہے۔ کہتا ہے۔ ان الله عفور رحيم۔ وهل مرجع العلم بلبيين۔ اور
 نبی کریم نے فرمایا ہے کہ شفاعتی لایحل کیا میں امتی۔ جب یہ سنتا ہے تو
 کہتا ہے کہ ایسا تم جیسے کو گناہ ضرر نہیں دیتا ہے۔ مگر جب دلیل محتمل تاویل
 کی نہ ہو۔ اس مصیبت کی دلیل تاویل ہے کہ شیطان جانتا ہے کہ عاقل آدمی
 مصیبت پر اقدام نہیں کرے گا۔ بغیر وسوسہ تاویل اور ترمیم کے۔ جب
 ابلیس سے یہ قاعدہ کہنتا ہے۔ تو اصل اجتہاد کا بیجا تباہی گناہ کرتے ہیں۔
 اگر اوس کو ترک کر دے تو اوس کو اجر ہے۔ شیطان کی مراد اس بندہ
 سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہ بندہ محفوظ رہتا ہے۔ جب تک کہ بندہ ذکر کرتا
 رہے۔ قول ابلیس کا ہے۔ اگر اوس کو فراموش کر دے تو گناہ میں واقع
 ہو جاتا ہے جیسے حضرت آدم سے واقع ہوا۔ شیخ محی الدین نے فرمایا کہ
 آدم و خواتم نے درخت اس واسطے کھایا کہ غلبہ اشیائے صافی ہو سکے
 وہ جانتے ہیں کہ کوئی آدمی جھوٹ اُنکے سامنے نہیں کہتا۔ لیکن غنائت
 اللہ تعالیٰ سے حضرت آدم پر یہ پوری ہے کہ اس اکلنے جنت میں غلو اور
 ملک اللہ صلی غنائت کیا۔ برخلاف زعم ابلیس کے۔ لیکن بغیر قصد کے
 حضرت آدم کا ارادہ نہیں تھا شیطان کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت آدم کا میں
 واقع ہو جائے۔ توبہ نہ کرے۔ اللہ نے توبہ قبول فرمائی۔ اور تائب
 من الذنب لمن لا ذنب له ہوتا ہے۔ (سوال) مصلایہ ممکن ہے
 کہ ابلیس نے جب آدم سے کہا۔ ہل ادلائک علی فیجس و المخلد و
 طالت الایمیلے۔ اس خیر کا ارادہ کیا ہو کہ انجام کار ایسا ہو گا۔ ابلیس نے
 کوئی وقت اس کا مقرر نہیں کیا۔ (جواب) ابلیس سے یہ ارادہ
 بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ وہ نہایت آدم اور نبی آدم کی خیر کا ارادہ نہیں کرتا

اللہ تعالیٰ نے اس کے وسوسہ کو نامراد کیا۔ اور انجام آدم کا یہ نک کیا۔ کہ جو تائب کیا کرادو
 ابلیس کا نہیں تھا۔ شیخ ابو البیاس العزینی شیخ محی الدین کا ہے۔ فرماتے۔ کہ آدم نے
 اپنے رب کا عصیان نہیں کیا۔ معاذ اللہ کہ عصیان اُن لوگوں کی جو اولاد اُنکی پشت میں
 اہل شقاق تھی۔ کیونکہ اُنکی پشت پنی اولاد کے واسطے مثل چاڑھ تھی۔ اور شیخ ابو یوسف
 سلمانی فرماتے ہیں۔ اگر میں بجائے آدم کے ہوتا۔ تو سارا شجرہ کہا جاتا
 اور ایکہ عداوت میں ہے۔ کہ اگر آدم درخت کھلتے وقت جانتے
 کہ انجام ایسا ہو گا۔ تو سارا درخت کہا جاتے۔ شیخ محی الدین نے بھی شجرہ آدم
 شجرہ کی نام و نسب فرماتے ہیں باب ۵۵ فتوحات کلام بیضا کی ہے۔ اور
 وہ قابل مطالعہ ہے۔ اس میں عجایب و غرائب علوم کے بیان فرمائے ہیں
 شیخ عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک تیرے سامنے مثال پیش
 کرتا ہوں۔ کہ جس سے یقیناً حضرت آدم کی از مصیبت محضہ تھو کہو یقیناً
 ہو جائیگی۔ یعنی حضرت آدم اس مصیبت سے مستزہ ہیں۔ جس میں
 غیر ذالک واقع ہوتے ہیں۔ اور اس اعتقاد تنزیہ سے حق ابوت
 کا جو تیرے ذمہ واجب ہے۔ ادا ہو جائے گا۔ بیان یہ ہے کہ اللہ
 تعالیٰ نے سابقہ علم میں عداوت تو ہو گا۔ و شقاوت ایک قوم کا حکم فرمایا
 یہ قول از علم عند اللہ ثابت ہے۔ پس ضرر ہے کہ ایک ایک قوم قبضتیں کشف کرتے۔ ابلیس تو
 قبیح قبیح شکاوت کا ہے اور آدم نہ تھا قبیح شکاوت کا۔ ابلیس قبیح ہے اور عید آدم اور
 اولاد اُنکی قبیح شکاوت کی ہے۔ توبہ میں اعتراف الذنب میں یہ ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ
 جس چیز میں واقع ہوا واقع نقصان و ضرر ہو گا۔ اور اعتراف بالذنب کیا اور کہا میں شاکلہ انفسنا
 وان لم نخطئ لانا و لرحمتہ العزیز من اننا کنا من الذنب کو منسوب بالنفس خود کیا تاکہ
 اولاد کو تعلیم کرے۔ جب مصیبت میں واقع ہوں اس دربط سے کس طرح
 نکلیں۔ اور اپنے معاصی پر بلا توبہ بلا اعتراف اصرار نہ کریں۔ جیسا کہ

ابلیس و لشکر ابلیس جن و انس نے کیا۔ سو آدم علم کا اس بات میں رافع
 ہونا ایسا ہے۔ جیسا کہ خدا اپنے مولا کے ساتھ حکم بجا آوری میں ہوتا ہے
 حق تعالیٰ نے اُن کو کہا۔ میرے تیرے درمیان یہ بات تھی۔ کہ اس عالم
 میں اپنے مکتون علم ظاہر کروں۔ اور اپنے اسما کا حکم اہل حضرات میں
 ظاہر کروں۔ ایک دربار اشقیاء کا اور ایک سعدا کا۔ اپنے بندوں کے
 سامنے محبت ظاہر کروں۔ قبل اس کے کہ اپنے قرب سے انکو دور کروں
 میرا علم سابق ہے۔ اور میں کریم ہوں۔ اور شبان کریم کی یہ ہے کہ کسی کو اپنے
 قرب و جوار سے پناہ محبت ظاہر دور نہ کرے۔ جب میں نے کہا تجھکو
 کہ اس درخت کے نزدیک نہ جا۔ تو سمجھ میں نے تجھکو قرب کا اذن دیا۔
 سو تو اس اذن مخفی کی تعمیل میں دیر نہ کر۔ تاکہ تجھ پر محبت اپنی قائم کروں
 اور دار خلافت کی طرف تجھکو نکالوں۔ اور اعمال کے ساتھ تجھکو ترقی
 دوں۔ کیونکہ جس دار میں تو ہے یعنی جنت۔ یہہ دار تکلیف نہیں۔ اور
 نہ ترقی اعمال ہے۔ جیسا کہ حجت والوں کا حال ہو گا۔ کیساں رہیگا۔ پس
 عبد صاحب ہذا البتہ کو سوا مہارت اذن الہی کے کوئی چارہ نہیں۔ یہہ
 ایک راز ہے۔ مخفی از عجوبین۔ اور یہہ معصیت عند المحجوبین عن سماع
 ہذا البتہ ہے۔ جو بہر کہ اللہ نے آدم کے سامنے بیان کیا۔ اور جو حاضرین
 سامعین تھے۔ اُن کے نزدیک معصیت نہیں تھی۔ کیونکہ اذن باری
 فعل شے میں۔ اور امر بہ ایک ہے۔ اس دربار میں جیسا کہ شیخ نے باب
 ۳ جواب ۳۸ میں اسکا جلد ترمذی میں لکھا ہے۔ درمیان اذن
 اور امر کے تفریق بلبان ظاہر شرع ہے۔ کیونکہ امر غیر ارادہ ہے۔ اور احکام
 شرع کے۔ امر بخلاف ارادہ بھی ہوا کرتا ہے۔ پس حق تعالیٰ نے اس پر اکتفا
 کیا۔ کہ عبد کو در باطن مضطر ہو تو غرض فعل کر دے۔ بغیر اس کے کہ اسکو ظاہر

کرے۔ کیونکہ ان اللہ لا یاصرفہ بالفحشاء شیخ ابو دین فرماتے ہیں۔
 کہ بیٹے عارفوں نے کہا ہے۔ کوئی چیز نہیں کرتا ہوں۔ مگر ساتھ اذن اللہ
 کے۔ اذن سے محروم ارادہ ازلی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے آدم پر
 معصیت و عواصی کی نذر کرنے میں شفع عظیم ہے۔ واسطے تربیت مجربین
 کے جو عند اللہ سے متحد رہیں ہوں۔ توبہ استغفار و اعتراف میں
 جامع آدم کے ہیں۔ پس یہہ معصیت مقصود بلا اصل آدم علم کے نہیں تھی
 جیسے کہ ذوق گمراہ اولاد کے ہیں اہم بات کہ حضرت آدم روئے۔ آپ نے
 کہا کیا۔ باوجودیکہ سزا اکل شجر میں ماذور تھا۔ جیسا کہ گمراہ ابو دین کی عبادت
 میں گمراہ۔ واسطے تعلیم اولاد کے تھا۔ لہذا ان کا ظاہر ہی تھا۔ باطنی نہیں تھا۔
 (سوال) آدم علم نے قبضہ عبادت کی طرف طاعت کیسا تجھ کو نہ تھی کیا اور وقوع معصیت
 و توبہ کیساتھ فاتح ہوا اسکا کیسب (جواب) وقوع معصیت کے بعد یہہ توبہ کیساتھ
 ہم کو بہت عالم افضل جنت باری تعالیٰ نے عبادت ظاہر ہوئی۔ کہ عباد اللہ جب
 معاصی میں واقع ہوں۔ تو یہی فضل اللہ سے خالی نہیں۔ اگر قبضہ عبادت
 طاعت حرف کے ساتھ فاتح ہوتی۔ توبہ استغفار الہیہ متعلق بالعالم فی
 معطل رہتے۔ اس واسطے کہ فرما ہزار عمل شغرت و رحمت کا نہیں ہوتا۔
 جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ لولہ تین بنوا تہب اللہ بکرم و اتی بقوم
 یکن ینون فیستغفرون اللہ فیغفر لہم۔ اگر معصیت نہ ہوتی
 تو غفار و عظیم و رحیم کا اثر ظاہر نہ ہوتا۔ اما الجواب از فوج علیہ السلام حضرت
 روح نے فرمایا۔ ہر وقت لا تدن علی الارض من الکافرین و تادبہ
 بدو عالم کے حق میں رحمت تھی۔ کہ زیادہ عجیبان سے غضب الہی شریک
 نہ ہوتا دے۔ اور ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم کیا
 کہ اگر کوئی امتی و قوی و قوی سے خائف ہو تب کہے۔ اللہم توفی اذاکما

وفا و خیر الی۔ تو حضرت نوح کا اپنی قوم پر بددعا کرنا غضبِ ربانی
 نہیں تھا۔ انبیاء کرام اس سے معصوم ہیں۔ شیخ محمد الدین عربی نے
 فرمایا۔ کہ دعوتِ نوح ہمیشہ نہیں کہ جسکا عذر قیامت کے دن کریں
 اور نکال کر قل رب لا تدبر علی الناس۔ و دعا حضرت نوح کی نہیں ہے
 دون کی دعا یہ ہے۔ ولا یلدوا الا فاجرا کفارا کیونکہ وہ حکمِ ربانی
 ہے۔ جس چیز میں معرفت نہ ہو اور حق تعالیٰ ہمیشہ ربی انبیاء ہے۔
 باوہ بعد ادب جب یہ آیت اترتی و لہم لکن لصاحب الخوض
 ادعا دی تو حضرت صلعم نے فرمایا۔ ادب یعنی ربی فاحسن تادیبی۔
 یعنی انبیاء کرام کو تعلیم ادب کی ہر وقت فرماتا ہے۔ کسی پر بددعا کرنی
 کلامِ انبیاء کا نہیں ہے۔ یہ بددعا حضرت نوح سے صادر نہیں تھی
 دراصل دعا خیر ہے۔ اما الجواب اس پیدا یوب عم کہ انہوں نے
 سونا اپنے کپڑے میں جمع کیا جب اللہ نے اس پر سونے کی برکت عطا فرمائی
 تو اللہ نے فرمایا۔ الحمد للہ ان غنیک عن هذا بولے بلی یا سربا
 لکن لا غنالی عن خیرک و برکتک۔ جواب یہ ہے کہ اکابر اور اولیاء اور
 انبیاء انکا کمال دنیا کے اعتبار اور ہر اس سے کم نہیں ہوتا۔ یوب عم
 نے سونا رسولِ علی جمع کیا کہ ظاہر جانتے تھے کہ قانع ہوں۔ کیونکہ قناعت
 عند اللہ اکتسابِ الموجود میں بڑا طلبِ مزید۔ اگر طلب زیادتی کی
 خدا سے ہو تو وہ مخالفتِ قناعت کے نہیں۔ اگر کسی خلق سے طلب
 کرے تو وہ منافی ہے۔ اور قناعت کے معنی سوال کے ہیں جیسے
 کہ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے حق میں فرمایا۔ مقتضی برؤسہم
 راضی عن رؤسہم الی اللہ سائل کے سوالِ عفو و مغفرتِ جہائم کا
 کرینگے۔ پس جو شخص اللہ سے سوال کرے۔ وہ قانع ہے جو غیر

سے سوال کرے وہ ظالم ہے۔ مگر غیر کہ باب علی الاذیاب اور خیال کر کے
 اس باب پر استادہ تر ہے نہیں منافی نہیں۔ اور جو سائل غیر اللہ ہوتا
 ہے۔ وہ ظالم ہے۔ و لو ترکوا الی اللہ من ظلموا۔ پس جو شخص کہ اپنے
 نفس یا جس کی طرف مائل ہو وہ راکن الی الظالم ہے۔ کیونکہ ان الانسان
 کان ظلو ما جھولاً۔ شیخ محمد الدین نے باب ۹ میں فرمایا۔ کہ انبیاء اولیاء نے
 دنیا اس واسطے جمع کی۔ کہ انکو اطلاع اپنے امر کی تھی۔ اور خواہ اوکو دنیا کے ساتھ
 رحمت نہیں تھی۔ انہوں نے دنیا کو بخلِ بد ضعفِ یقین سے جمع نہیں کیا
 جیسا حضرت ابوب عم کو خدا نے معرفت دی۔ اور پھر وہ سونا کپڑے میں
 جمع کرتے تھے اور کہتے تھے۔ لا غنالی عن برکتک۔ اور جواب یوب عم
 سے کہ ان کے حق میں خدا نے فرمایا۔ و ظنون اذ ذہب صفا صفا و ظن
 ان کن نقدر علیہ۔ جواب یہ ہے کہ لن نقدر علیہ مراد یونس کی
 یہ تھی۔ ان لا تضیق علیہ من رحمتہ۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ و من
 قدر علیہ من رزقہ۔ اسی تضیق علیہ رزقہ۔ پس اس قدر کے معنی تضیق
 کے ہیں۔ جب حضرت یونس نے ظن کیا۔ کہ اگر غضبِ خدا انکی امت کو نہیں
 ہو تو۔ ظاہر میں ظلمت تھی۔ کیونکہ انکا منصب مالی تھا۔ اور دل صاف
 تھا۔ اللہ نے اوکو ظنِ حُث سے ظلمت میں رکھا۔ تاکہ سمجھا دے۔ کہ حالت
 اس کی ویسی ہے۔ جیسا کہ ماں کے پیشد میں جنین تھا۔ خدا اُسکی تدبیر کرتا
 تھا۔ اور کہا اس مقام میں یہ تصور کرنا تھا کہ خدا اس پر عقد کرے۔ بلکہ خدا کی
 حمایت میں تھا۔ سو اس کے نہیں جانتا تھا۔ خدا نے شکمِ حُث سے نکالا۔
 جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ تو فطرت پر مہتا ہے۔ یعنی معصوم
 اور بے لا الذم من الظالمین کے اسے رب تو کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔ اور
 رحمتِ ربی کو وسیع کرتا ہے جس پر چاہتا ہے۔ یہہ خدا امت کی طرف سے

یہ ظالم
 ہے
 کیونکہ
 ان
 کی
 امت
 کو
 نہیں
 ہوتا
 ہے
 کیونکہ
 ان
 کی
 امت
 کو
 نہیں
 ہوتا
 ہے

اور گفت من الظالمین میں میرے غضب کا اثر چہرہ پر عاید ہوا۔ چہرہ ہم نے جس پر ظلم کیا۔ اس واسطے علم ترا میری حالت کے ساتھ ہے۔ پھر یہ حالت ظلمت فاصل کی ہے۔ نہ ظلمت عامل کی۔ یہ ظلمت لائق مقام انبیاء کے ہے جس سے نور موت نکلتا ہے جیسا ان کے قلم میں یہ نور نور نکلتا ہے کہ اسے دعا قبول کی۔ ان کو جنت دہی پہنچتی ہے باہر دلدیا۔ بنی آدم سے کوئی دو دلاوت سے نور نہ نہیں ہوا۔ سوائے جس کے۔ وہ مثل طفل کے تھے خدا نے تربیت قطعی کے ساتھ کی۔ کیونکہ بچہ اس کے نرم ہوتے ہیں۔ مکملی اس پر نہیں بیٹھی۔ اس کا منف کے سبب ذہان کو موقع نہیں کر سکتا۔ تو افسوس اس درخت کی خاصیت یہ بنائی ہے۔ کہ اس کے قریب ہستی نہیں ہوتی ہے۔ اور بچہ اس کے نرم ہیں جیسے روٹی۔ اور درختوں کے ایسے پتے نہیں ہیں۔ جیسا کہ شیخ نے باب ۳۳ میں لکھا ہے۔ اور جواب حضرت موسیٰ سے انہوں نے کہا قَسْرَةً مِنْ مِثْلِهِمْ لَمْ يَكُنْ لَكَ - پیغمبر کامل ہو کر کفار سے کیوں خائف ہوئے۔ ایک ولی سوائے افسوس کے کسی سے خوف نہیں کرتا۔ جواب یہ ہے کہ مقام خوف کئی وجہ کے ساتھ مقام اولیٰ ہے۔ ایک یہ کہ کامل اپنے نفس میں ضعف دیکھتا ہے۔ بخلاف صاحب حال از اولیا اور دوسرا یہ کہ کامل بر واجب ہے۔ کہ مودعی سے فرار کرے۔ یا اس کو قتل میں بلا دیوے۔ اگر اس کے خلاف کرے تو آثم ہوگا۔ اور تیسرے یہ کہ خوف میں قلیل اسباب نہیں۔ یہ فرار کامل موسیٰ کا تھا۔ اور ممکن ہے کہ خوف اللہ سے خدا کے شانہ کفار کو ان پر تسلط کر دیوے۔ تو یہ خوف خود بخود مذموم نہیں۔ اور جواب شیلان علیہ السلام سے کہ اللہ نے فرمایا۔ فطریق مستجابا الشوق ولا عقاق - جواب یہ ہے۔ کہ انبیاء اعم انصاف کے ساتھ موصوف نہیں ہوتے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب شیلان ہم سے صاحب خیر بنی مال کو

دوست رکھا۔ عن ذکر رب خدا کی یاد سے لاعلم حکم طبع نہ طبیعت کے حکم سے تو اسے اپنا گھوڑوں کے پال اور سوئی پر چیرے تھے۔ اور تعجب کرتے تھے۔ حیرت برائے ان کو علم نہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے حب الخیر چاہتا ہے اور ہم محبت خیر کی حب اللہ ہے۔ اور حب الخیر میں حب اللہ وصف الخیر ہے اور ظاہر ہے کہ محبوب اختیار ہے۔ کہ وہ محل خیر میں سراسر واسطے سلیمان علم نے فرمایا۔ اتنی محبت حب الخیر عن ذکر مہربانی۔ یعنی میں اس محبت سے خیر میں ہوں۔ جیسی غیر کی محبت خیر ہے۔ جب گھوڑے اندھیرے میں چھپ گئے تو فرمایا۔ انکو میرے پاس لاؤ۔ کہ صورت اندکی غائب ہوگئی تھی شیخ نے باب ۴۴ میں فرمایا ہے۔ جن معشرین نے تازی می شمس کو مراد رکھا ہے۔ انکے پاس کوئی دلیل نہیں اس مراد پر۔ کہ قرآن شریف میں نہ ذکر صلیب کا ہے نہ صلوٰۃ کا ہے۔ کسی وجہ سے جیسا انہوں نے وہم کیا۔ اور تو اللہ تعالیٰ کا ولقد عشنا سلیمن سے مراد اختیار ہے۔ کیونکہ متعلق اس فتنہ کا خیال تھے۔ یہ فتنہ اس طرح تھا کہ اللہ نے گھوڑے دکھائے۔ اور دیکھا۔ کہ گھوڑوں کے دیکھنے سے میرا ذکر چھوڑنا ہے۔ یا میرا ذکر کرتا ہے۔ سو انہوں نے حب خدا کا ذکر کیا نہ انکے حس و کمال کو دوست رکھا۔ کیونکہ یہ گھوڑے اس ناک کی جڑا تھے۔ جو انہوں نے خدا سے طلب کیا تھا۔ کہ میرے سوا کیونہ لکے۔ اللہ نے وہ دعا متکلم کی تھی۔ اور فرمایا۔ ھٰذِلْ اَعْلٰوُ فَاغْنٰنِ وَاَحْسَنُکَ بَغِیْرُ حِمَامٍ وَاَنْ لِّہٖ عِنْدَ فَاٰلِہٖ اٰتٰی وَحَمْدٌ مَّآبٍ۔ یہہ ناک لکیر آخرت سے کچھ نقصان نہ رکھیکا۔ جیسا اگر دولتمندوں کی واسطے واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ جو دولتمند دنیا میں تکاؤ نہ بالنعیم ہو تو آخرت کی نعیم گھٹ جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء و ائمہ کو کوئی چیز خدا سے شافل نہیں کرتی۔ نہ نعیم آخرت نہ نعیم دنیا۔ اس واسطے انہوں نے خدا سے دوست

فی الدنیا طلب کی۔ اور محال ہے کہ رب سے حجاب کے طالب ہوں۔
 اور اللہ ان کو محبوب کر دے۔ کہ اس میں اکرام نہیں۔ شیخ نے باب و مہیا
 میں لکھا ہے۔ کہ اکابر اللہ سے سوال سنت دینا کا کسی غرض واسطے
 کرتے ہیں۔ جب انہوں نے دینی دنیا بعد قناعت محکم کرے۔ اور
 اپنے نفوس پر مطمئن ہو گئے۔ کہ خدا سے غافل نہ ہوتے۔ اللہ سے وسعت
 فی الدنیا کا سوال کیا۔ تاکہ ان کے نفوس پر وسعت ہو۔ اور ان کے
 لواحق پر اور خطاب اللہ سے ان کو لذت ہوتی ہے۔ (اقرض اللہ قرضاً
 حسناً) ثم اللہ کو (قرض حسنہ دو) کیونکہ پہر خطاب اہل دولت کو ہوتا
 ہے۔ نہ مفلسوں کو۔ اور جانتے ہیں کہ مفلس آدمی اس لذت سے محروم ہے
 سو حضرت سلیمان صلی اللہ علیہ وسلم سوال دینا کا اس واسطے کیا۔ جیسا کہ بیان کیا۔ اور یہ
 روایت ہے کہ کثیر نے حضرت سلیمان صلی اللہ علیہ وسلم سے مان طلب کی۔ سو انہوں
 نے امان دی۔ کیرٹھی بولی کہ ملک تیرا جو خدا نے دیا ہے۔ بعد سوال کے کیا ہے
 اور سلیمان صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ میری انگلی ہے۔ کیرٹھے نے کہا افسوس ایسا ملک
 کہ ایک خاتم میں آجائے۔ پھر کیرٹھی بولی یا سلیمان صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ہند کو خدا کے ملک سے خالی نہیں ہوتے۔ ایسی بات کے طالب کہینے
 کیا فایزہ کہ تم کو حساب دینا پڑے۔ کیسے ملک کا کہ بعد تیرے کیسے نہ پڑے۔
 شیخ عبدالباقی غفرانی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سید علی خواص سے سنا کہ
 وہ فرماتے تھے کہ دینا پچھڑ کے بازو کے برابر خدا کے نزدیک نہیں۔ اس کے
 طلب کرنے سے کالمین پر کوئی غیب نہیں۔ اور جواب خطیبہ داؤد علیہ السلام
 سے جس خطیبہ سے انہوں نے استغفار کیا۔ وخرآراکھا اناب۔ میں اس سے
 جواب پہر ہے۔ کہ یہ خطیبہ ایک نظر (یعنی بلا ارادہ) بلا تقدم تبت ہوا
 اس واسطے حضرت صلعم نے فرمایا۔ کانت خطیبۃ آخی داؤد علی نظر خطیبۃ

کہ انہوں نے سراٹھایا زمین سے بلا اس ارادہ کہ جو مناسب نبوت کے
 تھا۔ پس اللہ نے اس نظر کا موازنہ فرمایا۔ وکولاک قوما ذائقہ لکھتے تھے
 بصراۃ الخی ناجتہ بعد الذل کرتے وہ تنہا برائے جبار از رفع سابق
 عقلت سے۔ پس گناہ اس کا رفع بلا نیت بھرگو مباح کی طرف ہوا یہ ذنب
 انبیاء کا ہے معلوم ہوا کہ مواخذہ کا ہر کار حرکت و سکناست بغفلت بخت و
 اور اگر بالفرض انگشتان کو بغفلت از شہود حق شریک دیتے تو یہی مواخذہ
 ہوتا۔ کیونکہ حضور و مشاہدہ ولی اور انبیاء پر تمام واجب ہے۔ اور یہ بات
 جو مذکور عوام میں ہے خطیبہ داؤد علیہ السلام کی کہ وہ نگاہ زور اور یا کیرٹھ
 تھی۔ سو وہ روایت صحیح نہیں۔ واللہ اعلم۔ اور جواب آدم علیہ السلام مفصل
 بیان ہو چکا وہاں دیکھو۔ اور جواب حضرت یوسف علیہ السلام سے کہ اللہ تم
 سے فرمایا۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهَمْ وَهَمًا بِهَمْ الْاَیْمِ سُوَیَہ۔ کہ شیخ محی الدین
 نے باب ۳۶۷ از فتوحات کہ شیخ کی روح حضرت یوسف صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع
 ہوئی۔ بعضے اسراعات روحیہ یعنی عروج روحی میں ان سے ملاقات ہوئی
 پس شیخ نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ اس خبر الہی میں جو آپ سے ہے حق تھا لے
 نے خردی ہے۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهَمْ وَهَمًا بِهَمْ الْاَیْمِ سُوَیَہ کے کیا معنی ہیں۔ کہ حق نے
 کوئی ایسے معنی نہیں فرمائے۔ اس میں آریکا اور اس کا اشتراک
 ایک ہی مطلب ہوتا ہے۔ پس یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ صحیح ہے۔ اس واسطے
 میں نے بادشاہ کو پچی کی ڈبائی کہا بھیجا۔ کہ ادون عورتوں سے دریافت کرے
 پس عورت نے سوائے اس کے کچھ نہیں ذکر کیا کہ اس نے میرے ساتھ بیار
 و نعت کی۔ اور اس نے یہ نہ کہا کہ میں نے بھی اس کو چاہا۔ پس سمجھ جو کچھ میں تم
 سے کہتا ہوں۔ کہ اس سے رہم بعض الناس کا دور ہو جاتا ہے۔ جبکہ اللہ نے میری
 ہم اور اس کی ہم کا شعلی بیان نہ فرمایا۔ پس شیخ نے کہا یا نبی اللہ کہ زبان شعلہ

کے خطیبین
 سے روایت کیا گیا ہے

بالا شتر اک سے فرمایا ہے۔ لیکن لفظ میں ہے۔ معنی میں اشتراک نہیں ہے۔
 اوس نے ارادہ کیا میرے متھور کر سنے کا اپنی خواہش کے ساتھ ہے۔ پس میں نے
 ارادہ کیا کہ اوسکو مقہور کر دوں۔ کہ اوسکا ارادہ فروغ ہو جاوے۔ اور اوس
 ارادہ سے ہر جاوے۔ **فَالَا اَشْتَرَاكَ فِي طَلَبِ الْقَهْرِ** ہے۔ پس حق
 تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَلَقَدْ هَمَّتْ رَحْمَةُ فِي عَيْنٍ مَّا هُمْ بِمَعْرِفِهَا** میں تمہری سے
 ارادہ کیا کر میں۔ اور اس مراد پر دلیل قول مرہ کا ہے۔ **لَا كِي حَصَصَ لَكَ**
 کہ میں نے اوس سے ارادہ محبت کا کیا۔ **اَنَا مَا وَدَّعْتُ عَنْ نَفْسِي** کہ
اِنَّ لِي اِلَّا مَا اَشَاءُ اور فرمایا کہ میرے قصہ میں میرا ارادہ نہیں آیا۔ کہ
 میں نے مراد و ست کی ہو۔ حق تعالیٰ نے مجھے ہر مان دکھائی۔ سوائے ارادہ
 میرے کے جو تمہارا۔ اوسکی طرفت میں اپنے سے ابتدا میں قول نہیں کے
 ساتھ۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ و ارون کو فرمایا۔ **خُذَا لَكَ قَوْلًا لِّتُنَاقِشَ**
لَا تُسَلِّطْ عَلَيْهِمَا یا یوسفؑ ما میں بناد کر خشکی سے کرے یوسفؑ اوسکے ساتھ
 نرمی کر ساتھ اوسکے) کیونکہ امرۃ بہر حال موصوفہ بصفہ ہے۔ شیخ محی الدین
 قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کی کہ تم مجھے فائدہ پہونچایا۔ **اَفَادَكَ اللهُ**
 تولدے۔ اور جواب عن سیدنا و ابیننا سیدنا ابو اہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
 یہ ہے کہ شیخ نے باب ۳۶ میں کہ روح میری نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کے ساتھ کائنات کی۔ میں نے عرض کی کہ یا آیت ہمہ رقت و لکن طمان قلبی
 باد جو کہ آپ اس احیاء بعد الموت کے ساتھ بالیقین کے ساتھ مومن تھے۔
 فرمایا ہے۔ لیکن احیاء کے وجہ کثیر ہیں۔ بعض احیاء بکلمہ کن ہے اور بعض کا
 ایجاد بالیدین ہے۔ اور بعض کا ایسا و اجتنابی ہے۔ اور بعض کا ایسا و اجتنابی
 و دوسری سے۔ پس میں نے چاہا کہ بخت بعد الموت کا طریق ان جو امانت
 متعدد سے کیا ہے۔ پس جب حق نے مجھ کو حیا تو میرا دل مطمئن ہو گیا۔

بالا شتر اک سے فرمایا ہے۔ لیکن لفظ میں ہے۔ معنی میں اشتراک نہیں ہے۔ اوس نے ارادہ کیا میرے متھور کر سنے کا اپنی خواہش کے ساتھ ہے۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ اوسکو مقہور کر دوں۔ کہ اوسکا ارادہ فروغ ہو جاوے۔ اور اوس ارادہ سے ہر جاوے۔

شیخ نے اس بارہ میں باب ۳۶ میں بطول البسط بیان فرمایا۔ **وَالْمَرْءُ**
 میں شیخ نے عرض کیا کہ یا آیت ہمہ رقت و لکن طمان قلبی **فَالَا اَشْتَرَاكَ** فرمایا کہ وہ
 لوگ اس بات کے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ ان اللہ پر (بہار و پر) اقتدار
 رکھتا ہے۔ شیخ نے عرض کیا کہ آپ سے کیا ارادہ کیا ہے۔ بقول خود لہذا
 فرمایا۔ تو مراد چاہتا ہے۔ شیخ نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ اشارہ مبتدا ہے۔ اور
 خبر اسکی مخدوف ہے۔ اور مخدوف بدلالت بل فعل کبیر ہم کے ہوتا ہے۔
 فاعل اسکی امتی برائے قاصد مجھ یا افسوس میں لایا تھا۔ پس فرمایا کہ اصل بات
 میں تمہارے کچھ زیادتی نہیں کی۔ پس شیخ نے عرض کیا کہ وہ کون خطہ
 ہے آپکا آپسے قول میں۔ **وَالَّذِي اُطْمَعُ اَنْ يُفَضِّلَنِي بِحَقِّهِ يَوْمَ الدِّينِ**
 فرمایا وہ نسبت مرض کی پس نفس خود ہے میرے قول میں۔ **وَإِذَا شِئْتَ**
 فہو۔ دشمنیت کا یا جو دیکھ دراصل خدا نے مجھ کو تیار کر رکھا تھا۔ یہ میرا خطہ
 ہے۔ جو امانت مرض کا بسوئے نفس کے ہے۔ پس طلب حضرت میں اس
 اضافت سے و طرح کا ادب ہے۔ عرض کیا کہ حق سے آپ کے حقیق فرمایا
وَإِنِّي الْآخِرُ قُلُوبِ الصَّالِحِينَ۔ پس وجہ وصیت صلاح کی ہے۔ آخر
 میں کیا ہے۔ اور دوسری صلاحیت تفسیر بالآخرت نہیں بلکہ دنیا و آخرت
 کو شامل ہے۔ فرمایا کہ شرط صلاح کی یہ ہے۔ کہ کوئی چیز اپنی طرف مضائقہ
 نہ کرے۔ مگر باضافت اللہ تعالیٰ سوس میں نے چند چیز اپنی طرف نسبت
 کی بلا وزن خاص ہاں سے۔ ایک تو مرضت کی نسبت و قول مرا
 الی سقیم۔ اور بل فعل کبیر ہمہ رقت۔ شیخ نے عرض کیا۔ یا آیت ہمہ رقت و لکن
اَلَا تُرَاى اِلَّا تَفْهَمُ۔ کہ آپ ہر وقت معصوم ہوا عقائد الہیہت اور
 سے۔ فرمایا کہ میں نے یہ بات برائے امانت حجت قوم پر کسی شئی ٹیکو
 حق تعالیٰ نے فرمایا۔ **وَلَا تَكُنْ مِمَّنْ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنَادِي اِلَّا يُعَذِّبُهُمْ** اور میری

بالا شتر اک سے فرمایا ہے۔ لیکن لفظ میں ہے۔ معنی میں اشتراک نہیں ہے۔ اوس نے ارادہ کیا میرے متھور کر سنے کا اپنی خواہش کے ساتھ ہے۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ اوسکو مقہور کر دوں۔ کہ اوسکا ارادہ فروغ ہو جاوے۔ اور اوس ارادہ سے ہر جاوے۔

قوم کا اعتقاد اپنے الہ میں غرور و کا تھا۔ اور ان الفاظ میں ان کا اعتقاد
 نہیں تھا۔ اور غرور و ان کا الہ نہیں تھا۔ اور عبادت میں جمع ہو گئے
 منوط خود کرتے تھے نہ طرف مڑو گئے۔ لہذا جب میں نے کہا۔ مہی الذی
 مہی و حکمت۔ تو وہ حیران نہ ہوا۔ کیونکہ نسبت المائت کی اپنے اعلیٰ موضوع
 کی طرف کرتے تھے۔ جو اس نے بنا رکھے تھے۔ تاکہ آپ فصاحت نہ ہو سکے۔
 اور کہنے لگا۔ انا احی و امیت۔ برائے شمس و الہ ہند ہم تاکہ حاضرین
 ستر لڑل ہندویں۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ تم کیوں طرف اقریب
 فی الجہۃ عدول کیا۔ بولا کہ میں مقصور انہام حاضرین کو جانتا ہوں۔ اگر میں قریب
 کرتا۔ تو نہ پہچانتے۔ پھر آج اس مجلس میں قرب الی الافہام حاضرین میں نے
 صحبت قائم کی کہ اِنَّ اللہَ یَاْتِیْ بِالْقَمَرِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاَمَّا جَعْلُ مِنَ الْمَشْرِقِ
 فَبِہِجَتِ الدِّیْنِ کُفْرًا۔ (بے شک اللہ تعالیٰ سورج مشرق سے لاتا ہے۔ سو تو
 اوں کو مغرب سے لائیں حیران ہوا وہ کافر) کہ حاضرین متوجہ اس کی بات سے
 ہوئے۔ سب جا بول کر اپنے حضرت کی طرف جواب دینے پر ختم کرتے ہیں۔
 حکمائے اُمت نے جواب بہت دئے۔ اندک اندیشہ بیان کرتا ہوں۔ شیخ
 محی الدین نے باب ۹۸ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ حضرت صلعم بہ منقص مقام کامل
 سے ہمیشہ محفوظ تھے۔ قبل از نبوت اور بعد از نبوت جیسا حضرت صلعم سے مراد
 ہے۔ کہ قبل از نبوت باور میں اغماء چراتے تھے۔ ارادہ فرماتے تھے چلیا جو ان
 شہر میں جا کر لعب میں مشغول ہوتے ہیں جاویں۔ جب آئے تو اللہ مقامے
 اس پر قوم مسلط کرتا۔ تو سب لعب سے محفوظ رہتے پھر حلبی اپنے اتمام کی
 طرف تشریف لے جاتے۔ یہ عصمت من حیث لا یشترقی۔ مثل سایر ہے
 مِنَ الْعَصَمَاتِ اِنَّ الاسجد۔ اس مقام کا نام علم الحاصل فی حین الفائت ہے
 جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَعِیْنِیْ اَنْ تَکْبِرَ کَلِمًا شَیْئًا فَتُؤَخِّرَ کَلِمًا وَتَعْمَلِی

اِنْ حُجَّوْا فَيَقَا فَوَيْحٌ لَّكَرَبٍ - (قریب ہے کہ تم بڑا جانو کسی چیز کو اور
 وہ بہتر ہو تمہارے لئے۔ اور قریب ہے کہ تم اچھا جانو کسی چیز کو اور وہ بڑی
 ہو واسطے تمہارے)۔ اس فائیت میں سعادت عہد کی ہے۔ اور اس
 فائیت کو فضل علیہ الصالحین ہے۔ یہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے
 اِنَّهُ لَيَعْلَمَنَّ عَلَيٌّ قُلَيْبِي فَاَسْتَحْفِزُ اللّٰهَ تَعَالٰی فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ اَلَا تَعْلَمُ
 مِنْ مُّسْلِمٍ مِّنْ هَؤُلَاءِ - (تجلی شان ہے کہ میرے دل پر غبار چھا جاتا ہے
 سورات دن میں شربار سے زیادہ استغفار اللہ کی جانب میں کرنا ہوتا ہے
 اس میں مراد یہ ہے کہ حضرت ہمیشہ ترقی میں تھے۔ جب مقام اعلیٰ عرض
 میں ترقی فرماتے تو اسفل سے استغفار فرماتے۔ اور شیخ نے باب الوصایا میں
 فرمایا ہے۔ کہ جب حق تعالیٰ کو دعا دے گی کہ اجابت فرماتا ہے۔ تو مناسب ہے کہ بندہ
 مناجات میں اللہ تعالیٰ سے وہی بات کہے جو اللہ نے اس کو قبل اس کے
 علم دیا ہے۔ بلکہ بندہ کولائیں ہے کہ ہمیشہ مطالبہ امر جدید کا کرے۔ اور سوال
 اللہ تعالیٰ سے فرمایا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَقْدُ حُرْمَتِ ذَمِّكَ وَنَا
 تَاكُحْر - (یا اللہ تعالیٰ اڑھائے آپ کی خاطر وہ خیال ابرار آگے بھیجے کہ لڑا
 اس سے کیا مراد ہے۔ جو اسباب شیخ نے باب ۳۷ فوجات در جواب
 لکھا ہے کہ مراد اس خطاب سے اور جمیع عبادات سے جو اللہ نے جو
 نبی کریم کو فرمائے۔ اُنت مراد ہے۔ جیسا۔ یا اَیُّهَا النَّبِیُّ الَّذِیْ اَللّٰهُ لَیَعْلَمُ
 اَشْرَکَ اَنْتَ لَیَعْلَمَنَّ کَمَلُکَ لَقَدْ کُنْتَ تَرُکُنْ اَلِکَ حُرْمَتُکَ عَلَیْکَ لَدَرَا
 نبی اللہ کے تقویٰ کرنا بغرض اگر ترک کر دے تو ضرور آپ کے عمل ضائع ہو جائیگا مگر ضرور
 قریب کہ آپ جیسا کہ طرف او سکی تصور فرمائیے۔ حضرت کی فتوح سے یہ بات بھی کوہدایت خطاب
 بالانبا کی جاؤں پر تھی۔ حالانکہ شیخ نے خطاب حضرت کو مراد اُنت ہے۔ یہ بہر اچھا جواب
 ہے۔ اب شیخ نے فرمایا کہ مغفرت اللہ تعالیٰ کی باقی انبیاء کے واسطے اس طرح

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دار گنہگار میں علم و کلام مسطور کر دیا کہ جسے مقامات
 اور ان کے حضرت صلعم کے مقام ہیں۔ بحکم اہلسنّت اور وہ نواب حضرت کے
 ہیں۔ دائرہ بنامیں کن کو یہ علم نہیں۔ یہ حضرت میں ہوگا۔ اور جو شخص نے
 فرمایا کہ مطلب ان مقامات کے حضرت ہیں۔ اور مراد غیر ذالک ہیں اس سے
 مطلب یہ ہے کہ نشان ایزدی چاہتی ہے ادب تا ادب کبر کے ساتھ صغیر
 کے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت امت کو ادب فرمایا تا ادب رسول امت تاکہ
 تبلیغ جلدی کریں۔ اور مطلب حاصل ہو جاوے۔ اور مراد امت ہو اور
 اور کو ترغیب ہو۔ اور باب ۱۹ میں لکھا ہے لکن انہی کت کتبہ بنی
 عمالک (بالغرض اگر بزرگ کر دے تو ضرور آپ کے عمل ضائع ہو جائیگا)
 یہ اس قبیل سے ہے جیسے عرب کہتی ہے۔ رايك اغنيا و اغني يا جاعلا
 (تجھ کو ادا دے دیتی ہوں سن تو اسے حساسی)۔ (جسے قرآن احوال سے
 معلوم ہوتا ہے۔ شیخ نے کہا ہے کہ حکمت اس بات میں متعالیٰ کر لے کر
 کفار کا از استماع کلام اللہ۔ اللہ نے ان کے خطاب سے اعراض کیا۔ متعالیٰ
 اعراض بالاعراض سے کہ مراد بالخطاب۔ انکی عقوبت غیر کرسانی
 اور انکو ذلیل بنانا۔ شیخ نے باب ۲۴ میں تحریر فرمایا ہے کہ استغفار
 لکھا میں یہ شرط نہیں کہ ذنب و توبہ میں کہو کہ ہر استغفار اولیٰ کا ہوتا
 اس بات کے ہے کہ شاید ظہور یا سبب ان کیوں مسطور واقع ہو۔ اس سے
 کسی اپنی سے منقول نہیں کہ اپنی کلام پر نادم ہوا ہو جو اللہ نے اوپر وحی
 کی ہے۔ اور اس سے کوئی کلام عادی حالت وحی میں مسموع ہوئی
 ہوئی ہو۔ تاکہ تفسیر کی حاجت ہو۔ اور جو کچھ بغیر وحی کے ان سے واد
 سمجھا۔ اس میں مذمت ممکن ہے۔ جیسا کہ عقائد ہی بدر میں واقع ہوا۔
 غرضیکہ باب رسالت میں کوئی مذمت نہیں اور غیر رسالت میں ممکن ہے

(سوال) اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قصہ زینب
 میں کیوں متاع فرمایا۔ (جواب) جب حضرت نے یوسف
 علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا کہ اگر میں قید خانہ میں ہوتا تو داعی ملک
 کی اجابت کرتا۔ یعنی جلدی چلا جاتا۔ یعنی قید خانہ سے نکلتا۔ اور حضرت
 حضرت یوسف نے نکلے۔ تو حضرت صلعم نے فرمایا۔ اگر میں ہوتا تو
 پہلی دفعہ نکلتا۔ حضرت یوسف سوچے۔ اگر میں بلا ثبوت براست
 جاؤں گا۔ تو میری نبوت اور عدالت میں خلل رہے گا۔ اور حضرت
 صلعم کو اللہ تعالیٰ نے وہ طریق فرمایا کہ میں کوئی بات خلاف عدالت
 کے نہ ہو۔ اور حضرت صلعم کا نکاح بلا ثبوت ہو جاوے۔ اگر یہ اجازت
 نکاح کی خدا کی طرف سے نہ ہوتی تو چہال عرب کچھ کہہ بیٹے کی زوجہ
 کے ساتھ نکاح کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا۔ ما نکاح تحکمہ انما
 احکم من الرجال کہ۔ الخ یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلعم تمہارے مردوں
 سے کسی کا باپ نہیں۔ اور اس بات کے کرنے سے سارے مومنوں سے
 عرب رنج ہو گیا۔ پس خدا نے تعالیٰ نے حضرت کو۔ حضرت یوسف
 علیہ السلام کا ذالقبہ چکھایا۔ کہ انہوں نے داعی کی اجابت نہ کی۔ جب تک
 برائیت اور مکی غالیانہ ثابت نہ ہو جائے۔ جب برائیت غالیانہ زانیہ کی باپ
 سے دربار بادشاہی میں ثابت ہو گئی۔ تب قید خانہ سے نکلی ایسا
 بھی جب حضرت صلعم کو اجازت دربارہ نکاح کرنے حضرت زینب کے زبان
 وحی ثابت ہوئی۔ تو نکاح کرنا بوجہ اسلام ثابت ہوا۔ امام شعرانی کہتے ہیں
 کہ حضرت صلعم نے جو فرمایا۔ اگر میں یوسف کی جگہ ہوتا۔ تو میں داعی کی اجابت
 کرتا۔ اس میں تردید حضرت یوسف کی ہے۔ کہ انہوں نے بدعتی فرمایا
 کی جیسا کہ ابراہیم کا قصہ زندہ کرنے جانوروں کا۔ کہ حضرت اللہ تعالیٰ نے انکو فرمایا

کہ اس پر راز ایمان نہیں۔ حضرت ابراہیم نے جواب دیا۔ کہ ایمان ہے۔ مگر
 انہیں ان قلبی چلتا ہوں۔ تو حضرت نے فرمایا۔ **تَحَنُّنٌ لِلَّذِي بِاللَّشْكِ**۔ حضرت
 یوسف پر دو حالتیں تھیں۔ ایک حالت سجن کی۔ دوسری افترا و تهمت کی
 اور ہر مؤمن پر طالب ہوتا ہے۔ کہ اُسکی اُمت دین قبل کرے۔ تو حضرت یوسف
 نے فرمایا۔ کہ اگر میں یوسف کی جگہ ہوتا تو بھگنے میں جلدی کرنا۔ واسطے طلب
 کرنے برائیت کے۔ اور واسطے جلدی کرنے تبلیغ کے طرف اور لوگوں
 کے جو ثابت النفس ہیں۔ (سوال) **عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لِمَنْ**
أَفْرَسَ بَعْدَكَ عَفَاكَ کہے کیوں تھے اُن کو اذن دیا۔ یہ لفظ توبیخ کا ہے۔ یا سوال
 از علت ہے۔ جیسا حضرت علیؑ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کہیگا۔ کیا تم نے لوگوں کو
 کہا تھا کہ مجھ اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ (جواب) یہ کلام سوال علت سے ہے
 نہ جہ توبیخ۔ کیونکہ عفا کا لفظ پہلے فرادیا۔ یعنی توبیخ نہیں۔ کیونکہ عفو اور
 توبیخ جمع نہیں ہوتے۔ (سوال) **عَبَسَ وَتَوَلَّى عَنْ جَانِبِهِ** اللہ تعالیٰ
 دینے شش رُو ہوا اور موبہنہ موڑ کر اس سے کہہ دیکھے پاس نامینا آیا) اس آیت
 میں ظاہری معنی مُرد ہیں۔ یا کوئی اور مُرد ہے۔ (جواب) یہ کلام عقاب
 کا نہیں بلکہ خدا نے تعالیٰ نے حضرت صلح کو آگاہ کیا کہ مُنْكَرَةُ الْقُلُوبِ
 کا جبر کر فرماوے۔ اور تجلی خدا تعالیٰ کی مسکینوں کے پاس زیادہ اوس تجلی
 ہے جو اغنیاء کے پاس ہوتی ہے۔ کیونکہ رحمت خدا فقراء سے جدا
 نہیں ہوتی۔ اور اغنیاء سے جدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات بھی ہے۔ کہ
 خدا نے تعالیٰ مسکینوں کے واسطے برسی غیر فرماتا ہے۔ پس جیسا وہ
 آوے۔ اور فقیر بھی آوے اور دونوں کی عرض اہمیت ہووے۔ تو
 وجہ فقر کی طرف زیادہ جائے۔ حال اگر بادشاہ ظالم ہو تو اس کا ظلم دفع
 کرنے کے واسطے اوسکی طرف وجہ اول پہنچے۔ اور بادشاہوں پر تجلی و ایم

نہیں۔ یہ ایمان تجلی الٰہی جنت پر جنت میں ہووے گی۔ اور سر او سکا ہے
 کہ زیارت کرے والا فقیر ہو یا غنی حق زاہد برابر ہے۔ لیکن فقیر کی
 دلجوئی اس میں ہے کہ اوسکو مقدم رکھ کر حاجت روائی کر جاوے +
 (لطیفہ) جب کوئی امیر زیارت کو آتا ہے تو وہ اپنی شوکت کو
 ترک کر کے آتا ہے۔ مکان والے کو لازم ہے کہ اوسکی دلجوئی ایسی
 کرے۔ کہ اوسکو اپنی شوکت پیش آجاوے۔ اور نہ تیرے اور کشادہ
 پیشانی پیش آوے۔ جیسا کہ حضرت صلح نے فرمایا۔ **إِذَا جَاءَكَ كَرِيمٌ**
فَوَيْحٌ فَالْكَرِيمُ (یعنی جب تمہارے پاس سردار قوم کا آوے۔
 تو اوس کا کرام کرو۔) اور اس واقعہ عکس و نقیض میں اغنیاء پہلے بیٹھے
 تھے۔ اکر اُن کا وقت ابتدائی گزر گیا۔ اب آنے والی کا خیال بہ لحاظ حق
 زیارت کرنا واجب تھا۔ اور تعظیم امر اور اغنیاء کے واسطے ظہور تجلی
 جلال اللہ کے ہوتی ہے۔ اور تعظیم فقر کی برائے جبر قلوب منکر کے ہوتی
 ہے۔ اور خیر اسرار میں یہ ہے۔ کہ خدا ذاتی جہت بارہی تعالیٰ
 کی ہے۔ اور اصلی سرشت انسان کی فقر ہے۔ اور تجلیات الٰہی کل
 عالم پر ظاہر ہیں۔ اس آیت میں تنبیہ فرمائی ہے۔ کہ جو شخص غنی بنکر
 آپ کے پاس آوے۔ وہ اپنا منصب اصلی چھوڑ کر آیا۔ اور فقیر آدمی
 وہ اپنے منصب ذاتی پر آیا۔ پس مستغنی کا خیال مقدم نہ ہووے
 بلکہ خیال اکر اوس فقیر کا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **أَذْعَبَ إِلَيْكَ**
بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ (یعنی بلکہ اُنکو ساتھ حکمت اور وعظ
 نیک کے) حکمت یہ ہے کہ لوگوں سے غنی وہے پر دے۔ کہ اوسے
 طمع نہ رکھے۔ اور موعظہ حسنہ یہ ہے کہ اُنکو کھانا کھلاوے۔ تاکہ
 وہ لوگ دعوت کے وقت دوڑ دوڑ کر آویں۔ مطلب یہ ہے کہ تقدیم

اور عقائد درست دکھا کر ترجیح مشرعی معالی آثار طحاوی کا درس
 بار اول میں جہاں کہ ہر قریہ و قصبہ میں ارسال کریں۔ کہ احادیث اس
 معتزلیہ ہیں جن سے صحیح بخاری و صحیح مسلم و غیرہ متفق و مرجوح میں
 ہمارک ہو۔ اب حنفیوں کو لازم ہے۔ کہ اس کام میں ہمارے اذکار
 کریں۔ جو قیمت دیویں اُنکے عوض کیا ہیں لیویں۔ اور واجب ہے
 کہ اول بدعاستیں سید یکم شاہی لاہور میں ارسال کریں۔

المشہور
 خاکار منشی کریم بخش نقشبندی
 امین انجمن حنفیہ سید یکم شاہی

تقریباً ۱۸۷۵ء تک ثابت بنام منشی کریم بخش نقشبندی
 امین انجمن حنفیہ سید یکم شاہی لاہور ہوتی چلتے۔

یہ کتاب حلیۃ
 سارے حنفیوں
 خوبی کے ساتھ
 نہ بیان کیا ہے
 جاہل فاسقوں والا
 کا جواب دیتے۔
 خجکا جواب کوئی
 نبویہ کے معنی
 کیا کریں گے دکھا
 مصری فکس سرور
 مسلمہ معصومیت
 مسلمانوں کا بچنے
 نے عام مسلمانوں
 اور انجمن حنفیہ
 تاکہ ایمان سب کا
 میں علم یقین عام
 سمجھیں اور حفظ کریں
 تصور کیا گیا ہے۔
 یہ ہے کہ معصومیت